ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

ستمبر ۲۰۱۵ء

9

ذیقعد ۱۴۳۶ھ

’’وقت کی آواز‘‘

جب کِھلا غنچۂ ایقاں تو فسوں زار جہاں
صورتِ برق طپاں شعلہ فشاں بھڑکے گا

جب جلی تیرگیِ یاس میں شمعِ امید
ظلمتوں میں بھی تجلّی کا سماں پھڑکے گا

فکر بدلیں گے، نظر بدلے گی، تم بدلو گے!
پھر تو کردار میں ایثارِ نہاں دھڑکے گا

میں تو کہتا ہوں طواغیت تڑپ اٹھیں گے
دستِ الہام سے جب عقل کا در کھڑکے گا

بجلیاں ظلم کی گرتی ہوئی رک جائیں گی
اتنی شدّت سے میرا رعدِ فغاں کڑکے گا

سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

- قادیانیت...... پرانے شکاری، نئے جال
- یومِ آزادی اور نظریۂ پاکستان
- بین الاقوامی قوانین اور اسلام
- قربانی......حکمت اور مسائل واحکام
- ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

سید یونس الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

بنامِ رُفقاءِ احرار

دوستو! ولولۂ دارورَسَن لے کے چلو	ہو کے شمشیر بکف، سر پہ کفن نے کے چلو
چار سُو دین کے غدّار نظر آتے ہیں	جذبۂ شوق شہادت کی لگن لے کے چلو
دین ہے وحیِ مبیں نُورِ ہُدیٰ سب کچھ ہے	ساتھ کچھ لعلِ یمن درِ عدن لے کے چلو
عدل ہے آنکھ سے اوجھل تو جفا جلوہ گر	ہمرہِ قلبِ صفا فہمِ حسن(۱) لے کے چلو
اب جو نکلے ہو تو ناموسِ پیمبر کی قسم	نعرۂ قوتِ طاغوت شکن لے کے چلو
روحِ انساں کو غلامی سے چھڑانے کے لیے	ساتھیو! جذبۂ یارانِ کُہن لے کے چلو
ایک تابندہ حقیقت کا سہارا لے کر	رِفعتِ ماہ وثریا کا سکن لے کے چلو
قصرِ الحاد کو مسمار کرو آگے بڑھو	ولولۂ میر شریعت(۲) کی لگن لے کے چلو
پھر نظر ختمِ نبوت کا مقام آئے گا	بات کہنے کی ہے صدیق(۳) کا ظن لے کے چلو

راہِ منزل میں کئی سخت مقام آئیں گے
اُس گھڑی احمدِ مرسل کی سُنن لے کے چلو

(۱) خلیفۂ راشد پنجم امیر المؤمنین سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما

(۲) اولادِ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(۳) امام راشد و برحق، خلیفۂ اول بلافصل، سیدنا ابوبکر صدیق اکبر سلام اللہ ورضوانہٗ علیہ

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 26 شمارہ 9 ذوالقعدہ 1436ھ — ستمبر 2015ء
Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

فیضانِ نظر ———
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی ———
حضرت پیرجی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول ———
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر ———
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین ———
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر ———
محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرونِ ملک ——— -/200 روپے
بیرونِ ملک ——— -/4000 روپے
فی شمارہ ——— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

تشکیل

دل کی بات:	قادیانیت..... پرانے شکاری، نیا جال	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	یوم آزادی اور نظریۂ پاکستان جنرل (ر) حمید گل کی رحلت	عبداللطیف خالد چیمہ	6
افکار:	بین الاقوامی قوانین اور اسلام	مولانا زاہد الراشدی	10
دین و دانش:	حج..... عہدِ عاشقاں	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ	12
//	قربانی..... حکمت اور مسائل و احکام	مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ	18
//	ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	26
//	مسیلمہ کذاب سے ٹکر	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	31
//	اسلام اور اہل ایمان کی برتری	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	35
//	سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے منسوب گورنر مصر کے نام جعلی خط	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	38
//	"ضیائے سیرت: تعلیم نسواں دورِ نبوی میں"	پروفیسر خالد شبیر احمد	47
ادبیات:	منقبت در مدح اصحاب محمد ﷺ	محمد سلمان قریشی	52
//	غزل (پروفیسر خالد شبیر احمد) یہ قاتلانِ جہاں.....(حبیب الرحمٰن بٹالوی)		53
گوشۂ امیرِ شریعت	راج پال کی گستاخانہ جسارت پر امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی خطاب	ادارہ	54
//	ارشادات امیرِ شریعت رحمۃ اللہ علیہ	حافظ محمد خرم شہزاد	56
مطالعہ	حضرت مہدی علیہ الرضوان اور مرزا قادیانی	حافظ عبیداللہ	60
قادیانیت:	چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ (آخری قسط)		

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان
مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز
Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　سید محمد کفیل بخاری

قادیانیت…… پرانے شکاری، نیا جال

قادیانیت، اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ تقریباً ایک سو پچیس برس سے وہ اس فتنے کی پُشتیبانی کرتے چلے آرہے ہیں۔ دینِ اسلام کے ابدی دشمنوں نے جن مذموم مقاصد کے حصول کے لیے مرزا قادیانی کی چہیتے بچے کی طرح پرورش کی بالکل اسی طرح آج اُس کی ’’ذریت البُغایا‘‘ کی بھی مکمل سرپرستی کررہے ہیں۔

برطانیہ میں پاکستان کے سابق ہائی کمشنر مسٹر واجد شمس الحسن نے ۲۳؍ اگست ۲۰۱۵ء کو لندن میں سالانہ قادیانی کنونشن میں خطاب کیا اور قادیانیوں کا حق نمک ادا کرتے ہوئے ان کی بھرپور وکالت بھی کی۔ اُن کی متنازعہ تقریر اخبارات میں رپورٹ ہوئی جو درج ذیل ہے۔

واجد شمس الحسن قادیانیوں کے وکیل بن گئے (بھٹو کا فیصلہ غلط قرار)

غیر مسلم قرار نہیں دینا چاہیے تھا۔ پی پی کے قریب برطانیہ میں سابق ہائی کمشنر کا لندن میں قادیانی کنونشن سے خطاب

لندن (نمائندہ امت) برطانیہ میں سابق پاکستان ہائی کمشنر واجد شمس الحق نے کہا ہے کہ سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا غلط فیصلہ تھا۔ یہ بات انھوں نے لندن میں قادیانیوں کے سالانہ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ واضح رہے کہ واجد شمس الحسن پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں لندن میں پاکستانی ہائی کمشنر کی خدمات انجام دے چکے ہیں اور ان کے قادیانیوں سے قریبی مراسم کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ ذرائع نے بتایا کہ واجد شمس الحسن نے اپنے دور میں ایک پاکستانی نژاد صحافی کے ہائی کمیشن میں داخلے پر ۵ سال تک پابندی بھی اسی وجہ سے لگائے رکھی کہ وہ ان کے قادیانیوں سے مراسم کی خبریں چلاتے تھے۔ لندن میں خطاب سے قبل واجد شمس الحسن نے قادیانی سربراہ مرزا مسرور سے باقاعدہ اجازت طلب کی اور اپنے خطاب کرنے کو فخر محسوس کیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ ہم سب کا راستہ ایک ہی ہے پاکستان بننے کا بنیادی مقصد معاشی طور پر انصاف نہ ملنا تھا۔ مذہبی آزادی تو ہمیں متحدہ ہندوستان میں بھی حاصل تھی۔ واجد شمس الحسن نے سابق وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ قادیانی تھے اور انھوں نے بھی تحریک پاکستان میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ سابق ہائی کمشنر کا کہنا تھا کہ پاکستانی حکمرانوں نے مذہبی طبقے کے اثر انداز ہونے پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا اور یہ ذوالفقار علی بھٹو کی غلطی تھی۔ میں اس کی حمایت نہیں کرسکتا، اگر آج بھٹو زندہ ہوتے تو وہ بھی اس فیصلے کے بعد کی صورتحال پر حمایت نہ کرتے۔　　(روزنامہ امت کراچی، ۲۸؍ اگست ۲۰۱۵)

مسٹر واجد شمس الحسن اپنے عقائد و خیالات، مشکوک و پراسرار سرگرمیوں اور اپنے کردار کے ہر زاویہ سے متنازعہ رہے ہیں۔ اُن کی اس تقریر پر لندن میں مقیم تمام مکاتبِ فکر کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا اور بھرپور مذمت کی۔ اسی طرح پاکستان میں بھی تمام دینی قوتوں نے زبردست احتجاج کرتے ہوئے اسے توہینِ رسالت، مسلمانوں کے دینی جذبات مجروح کرنے، پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلے اور آئین کی خلاف ورزی کے مترادف قرار دیا۔ جبکہ پنجاب اسمبلی میں حکمران جماعت سمیت مختلف جماعتوں کے معزز ارکان نے واجد شمس الحسن کی تقریر کے خلاف مذمتی قرارداد جمع کرادی۔

- **پنجاب اسمبلی میں واجد شمس الحسن کے قادیانیوں کے حق میں بیان پر شدید احتجاج، مذمتی قرارداد جمع**
- **آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزار اسمبلیاں قربان ہیں: وحید گل، واجد شمس الحسن کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے: قاضی سعید**
- **واجد شمس الحسن سے جس جماعت کا تعلق ہے وہ لاتعلقی کا اظہار کرے تمام جماعتوں کا قرارداد میں مؤقف**

لاہور (نیوز رپورٹر) پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں سابق سفارتکار واجد شمس الحسن کے قادیانیوں کے حق میں بیان پر ارکان اسمبلی نے سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ سفارتکار کے بیان سے پاکستان سمیت پوری امت مسلمہ کی دل آزاری ہوئی ہے ارکان نے مطالبہ کیا کہ بطور سفارتکار اسے دی گئی مراعات اور پنشن واپس لی جائے اور 295/c کے تحت ان کے خلاف کارروائی کی جائے اس موقع پر اسپیکر اسمبلی نے اس واقعہ پر ارکان اسمبلی کو مذمتی قرارداد لانے کی ہدایت کردی تاہم وزیر قانون کی عدم موجودگی کی وجہ سے قرارداد پیش نہ کی جاسکی جو آج (جمعہ کو) اجلاس کے دوران پیش کی جائے گی اس سلسلے میں مختلف جماعتوں کے ارکان نے متفقہ قرارداد اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرادی قائم مقام اسپیکر سردار شیر علی گورچانی کی صدارت میں اجلاس کے آغاز پر ہی مسلم لیگ (ن) کے رکن اسمبلی وحید گل نے سابق سفیر واجد شمس الحسن کے ایک اخباری بیان کہ ”مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینا غلط فیصلہ تھا“ پر سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے نکتہ اعتراض پر کہا کہ واجد شمس الحسن قادیانیوں کا ایجنٹ ہے اس نے یہ بیان دے کر نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے تحفظ ختم نبوت پر ہم اسمبلی کی رکنیت تو کیا اپنی جان تک بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہیں ان کے خلاف نیشنل ایکشن پلان کے تحت کارروائی کی جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہم اسمبلی رکنیت سے مستعفی ہو جائیں گے ایسی ہزار اسمبلیاں آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کی جاسکتی ہیں۔ ن لیگ کے رکن اسمبلی مولانا الیاس چنیوٹی نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار قومی اسمبلی نے دیا تھا اور واجد شمس الحسن نے نہ صرف اس اسمبلی بلکہ اس کے تمام ممبران اور پاکستان کے عوام کی توہین کی ہے۔ اس کے خلاف کارروائی کیا جائے، اس پر قائم مقام اسپیکر سردار شیر علی گورچانی نے کہا کہ اس پر قرارداد لے آئیں اسے متفقہ منظور کر لیں گے۔ پی ٹی آئی کے رکن اسمبلی میاں اسلم اقبال نے کہا کہ مذکورہ بیان انتہائی قابل مذمت ہے ہم اپنے عقیدے پر کمپرومائز نہیں کر سکتے اس کے لیے ہمیں اپنی جانوں کے نذانے بھی پیش کرنے پڑے تو وہ بھی کم ہیں۔ رکن اسمبلی قاضی احمد سعید نے کہا کہ سابق وزیر اعظم ذوالفقار بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا اب نواز حکومت سے مطالبہ ہے کہ اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ پنجاب اسمبلی کے باہر ایم پی اے وحید گل میاں اسلم پیر محفوظ مشہدی سمیت دیگر کے ہمراہ میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے مسلم لیگ (ن) کے رکن پنجاب اسمبلی الیاس چنیوٹی نے کہا ہے کہ واجد شمس الحسن کے خلاف غداری کا مقدمہ درج کیا جائے۔ نیشنل ایکشن پلان میں واضح ہے کہ جو بھی مذہبی فرقہ وارانہ بیان دے گا اس کے خلاف دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کیا جائے گا۔ دریں اثناء ممبران صوبائی اسمبلی مولانا الیاس چنیوٹی، مولانا غیاث الدین، سید محفوظ مشہدی، وحید گل، چودھری محمد اشرف اور دیگر جماعوں کے ارکان کی جانب سے مشترکہ طور پر پنجاب اسمبلی میں جمع کرائی گئی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ یہ معزز ایوان مذکورہ بیان کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ واجد شمس کو آج تک جتنے بھی اعزازات دیے گئے ہیں فوراً واپس لیے جائیں اور اس کا جس سیاسی جماعت سے تعلق ہے وہ جماعت فوراً اس سے لاتعلقی کا اظہار کرے۔ (روزنامہ اسلام، ۲۸ر اگست ۲۰۱۵)

مختلف دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے واجد شمس الحسن کی تقریر کی مذمت کرتے ہوئے اس کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے پنجاب اسمبلی کے معزز ارکان کو خراجِ تحسین پیش کیا جنھوں نے ایک آئینی فورم پر اسلام اور وطن سے محبت اور ترجمانی کا حق ادا کیا۔

● **واجد شمس الحسن کی تقریر گمراہ کن، قادیانیت نوازی اور آئین کے خلاف ہے: متحدہ تحریک ختم نبوّت رابطہ کمیٹی**

ملتان (۲۸ر اگست) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے برطانیہ میں سابق پاکستانی سفیر واجد شمس الحسن کی طرف سے لندن میں قادیانی اجتماع کے موقع پر تقریر کے مندرجات پر کڑی تنقید کرتے ہوئے اس کو گمراہ کن قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ قادیانیوں کو قومی اسمبلی میں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے علاوہ جمہوری روایات کا بھی آئینہ دار ہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری اور سید محمد کفیل بخاری، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا

زاہد الراشدی، جمعیت علماء اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی، جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رابطہ سیکرٹری قاری محمد رفیق وجھوی، تنظیم اسلامی پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات مرزا محمد ایوب بیگ، مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نائب ناظم رانا محمد شفیق پسروری اور دیگر رہنماؤں نے اس امر پر شدید احتجاج کیا ہے کہ ایک سابق سفارت کار واجد شمس الحسن لندن میں قادیانی اجتماع میں شریک ہوا اور وہاں سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دورِ اقتدار میں قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر پاس ہونے والی ''قرار دادِ اقلیت'' کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ ''بھٹو کا قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا غلط فیصلہ تھا''۔ متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنوینر اور مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے پریس بریفنگ میں کہا ہے کہ واجد شمس الحسن ماضی میں بھی مرزا مسرور اور اینٹی پاکستان گروہ سے خصوصی ملاقاتیں کرتے رہے ہیں جس پر برطانیہ میں بھی احتجاج ہوا تھا۔ اب پھر واجد شمس الحسن نے لندن کے قادیانی اجتماع میں 7 ستمبر 1974ء کے آئینی فیصلے کو ہدفِ تنقید بنایا ہے اور کہا ہے کہ سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا غلط فیصلہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ واجد شمس الحسن نے یہ بھی کہا ہے کہ ''قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ خان نے تحریک پاکستان میں بڑا اہم کردار ادا کیا'' عبداللطیف خالد چیمہ نے اس پر کہا کہ قادیانیوں نے گورداسپور کے علاقے کو پاکستان میں شامل نہ ہونے دیا۔ اکھنڈ بھارت قادیانیوں کا مذہبی عقیدہ ہے۔ ظفر اللہ خان نے 1952ء میں کراچی کے جلسۂ عام میں اسلام کو مردہ مذہب اور احمدیت کو زندہ مذہب قرار دیا تھا۔ ظفر اللہ خان نے وزیر خارجہ ہوتے ہوئے سیٹو اور سینٹو جیسے خطرناک معاہدات کیے جن کا خمیازہ پاکستان آج بھی بھگت رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی قیامِ پاکستان کے بعد سے اب تک بلوچستان میں علیحدگی پسندی کی تحریکوں کو سپورٹ کر رہے ہیں۔ انھوں نے پنجاب اسمبلی میں واجد شمس الحسن کی تقریر پر احتجاج کرنے اور قرار داد لانے والے ممبران کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے پوری امت ایک ہے اور قادیانیوں کی انٹرنیشنل لابنگ اور طن دشمنی کو بے نقاب کیا جاتا رہے گا۔ متحدہ تحریک ختم رابطہ کمیٹی پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ 7 ستمبر کو 1974ء کے تاریخی فیصلے کی یاد میں ملک بھر میں یوم ختم نبوت ''یوم قرار دادِ اقلیت'' منایا جائے گا۔..... 28 اگست کو پنجاب اسمبلی نے متفقہ طور پر مذمتی قرار داد منظور کر لی۔

● واجد شمس الحسن کا متنازعہ بیان، پنجاب اسمبلی میں مذمتی متفقہ قرار داد منظور

قادیانیوں کے حق میں بیان سے مسلمانوں کی دل آزاری اور قومی اسمبلی کے فیصلے کی توہین ہوئی، کارروائی کی جائے

لاہور (نیوز رپورٹر) پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں واقفہ سوالات میں برطانیہ میں سابق سفیر واجد شمس الحسن کے قادیانیوں کے حق میں بیان پر ایوان میں وحید گل، ڈاکٹر فرزانہ نذیر، میاں محمد اسلم اقبال اور مولانا الیاس چنیوٹی کی جانب سے جمع کرائی گئی مذمتی قرار داد کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ اجلاس کی صدارت قائم مقام سپیکر سردار شیر علی گورچانی نے کی۔ گزشتہ روز برطانیہ میں سابق سفیر واجد سمش الحسن کے قادیانیوں کے حق میں بیان پر ارکان اسمبلی الیاس چنیوٹی، وحید گل، ڈاکٹر فرزانہ نذیر نگہت شیخ، میاں اسلم اقبال کی جانب سے جمع کرائی گئی قرار داد زیر غور آئی اس قرار داد کے مطابق یہ معزز ایوان حکومت سے پر زور سفارش کرتا ہے کہ سابق ہائی کمشنر واجد شمس الحسن کا بیان جس میں اس نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے مذہبی و دینی جماعتوں کے دباؤ پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا جو فیصلہ کیا وہ غلط تھا۔ مذکورہ بیان نہ صرف پاکستان بلکہ بین الاقوامی مذہبی و دینی جماعتوں اور امت مسلمہ میں شدید اشتعال اور دل آزاری کا سبب بنا ہے۔ اور قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کی توہین کی گئی ہے۔ یہ معزز ایوان مذکورہ درج بالا بیان کی مذمت کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ آئین پاکستان اور قانون کے مطابق اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ (روزنامہ اسلام ملتان، ۲۹ اگست ۲۰۱۵)

۲۹ اگست کے روزنامہ جنگ میں واجد شمس الحسن کا وضاحتی بیان شائع ہوا جس میں قادیانیوں کے روایتی دجل و تلبیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنے اس جملے کا ذکر تک نہیں کیا کہ ''میں احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے

پارلیمنٹ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا‘‘۔ مسٹر واجد نے بابائے قوم محمد علی جناح اور علامہ اقبال کے ویژن کو عنوان بنا کر اس کی غلط تعبیر و تشریح کر کے پھر دھوکہ دینے کی کوشش کی، حالانکہ قادیانیوں کے بارے میں علامہ اقبال کا ویژن بالکل واضح ہے اور پارلیمنٹ کا فیصلہ اس کے عین مطابق ہے۔ مسٹر واجد کے وضاحتی بیان کو دینی جماعتوں نے مسترد کر دیا ہے۔

ملتان (پ ر) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے برطانیہ میں سابق ہائی کمشنر واجد شمس الحسن کی وضاحت کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ واجد شمس الحسن کی وضاحت بھی قادیانی دجل و تلبیس کا شاخسانہ ہے متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنونیر اور مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ واجد شمس الحسن نے 23/اگست کو لندن میں قادیانی اجتماع میں، 7/ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پاس ہونے والی متفقہ قراردادِ اقلیت پر تنقید کی تھی اور کہا تھا کہ ’’ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا یہ فیصلہ غلط تھا جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا‘‘۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ اگر واجد شمس الحسن کو اپنے کہے پر یقین نہیں تو وہ اپنی تقریر کی ویڈیو ریکارڈنگ سن لیں اور اپنے بیان کو پڑھ لیں۔ انہوں نے کہا کہ واجد شمس الحسن یہ بتائیں کہ جھوٹی نبوت کے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں سے ان کا تعلق اور رشتہ کیا ہے؟ دریں اثناء مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات میاں محمد اویس نے بتایا ہے کہ لندن سے آمدہ اطلاعات کے مطابق ختم نبوت اکیڈمی لندن کے ڈائریکٹر عبدالرحمٰن باوا اور ناظم مولانا سہیل باوا نے بتایا ہے کہ برطانیہ اور یورپ میں واجد شمس الحسن کے قادیانیت نوازی پر مبنی تقریر اور بیان پر سخت ردعمل کا اظہار کیا جا رہا ہے عبدالرحمٰن یعقوب باوا نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام اور مسلمانوں کی روح ہے اس عقیدے کے خلاف ریشہ دوانیوں اور سازشوں کو بے نقاب کرنا ہمارا ایمان ہے انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان کے لئے ضروری ہے کہ بیرون ممالک سفارت خانوں سے قادیانی سفارت کاروں اور افسران کو برخاست کرے اور سفارت خانوں سے اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ اسلام اور وطن کے خلاف ہونے والی سازشوں پر نگاہ رکھی جائے اور ان کا تدارک کیا جا سکے۔

درج بالا تمام حقائق سے مسٹر واجد شمس الحسن کی قادیانیت نوازی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ یہ شخص ابتداً روزنامہ جنگ لندن سے وابستہ رہا ہے، ذوالفقار علی بھٹو کو اپنا لیڈر کہتا ہے اور پیپلز پارٹی سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ بے نظیر بھٹو سے اس کے قریبی مراسم تھے لیکن بھٹو اور پیپلز پارٹی کے پارلیمنٹ کے فیصلے کو غلط کہتا ہے۔ قادیانیوں سے اس کے گھریلو تعلقات ہیں، اس کا بیٹا ذوالفقار واجد، مرزا مسرور کے دستِ راست مرزا مظفر کا ذاتی ملازم ہے۔ ۲۰۱۰ء میں وہ لندن میں پاکستان کا سفیر تھا، تب اس نے قادیانیوں کے لیے ’’مسلم‘‘ اور اُن کی عبادت گاہ کے لیے ’’مسجد‘‘ کے الفاظ استعمال کیے اور مرنے والے قادیانیوں کے لیے ’’مرزواڑے‘‘ جا کر دعاءِ مغفرت کی۔ مسلمانوں کے احتجاج پر میڈیا پر آ کر معافی مانگ لی، ۲۳/اگست ۲۰۱۵ء کو وہ مرزا مظفر کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر خود ڈرائیو کر کے قادیانی کنونشن میں خطاب کے لیے پہنچا۔ جس کا ذکر اس نے اپنی تقریر میں بھی کیا۔

مسٹر واجد شمس الحسن سیدھی سیدھی وضاحت کریں کہ وہ مرزا قادیانی کو کیا سمجھتے ہیں؟ اگرچہ پیپلز پارٹی کا دم واپسی ہے لیکن اُسے اپنے بانی بھٹو مرحوم کے اس کارنامے پر فخر کرتے ہوئے مسٹر واجد کی ہفوات کی مذمت کرنی چاہیے بلکہ پارٹی سے اس کی لاتعلقی کا اعلان کرنا چاہیے۔ وفاقی حکومت کو پنجاب اسمبلی کی متفقہ قرارداد کی روشنی میں واجد شمس کے خلاف قانونی کارروائی کرنی چاہیے۔ قادیانی پرانے شکاری ہیں، نیا جال بچھا کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ استعماری بیساکھیوں پر چل کر طاغوت کے آکسیجن ٹینٹ میں آخری سانس لے رہے ہیں۔ اب اُن کا بدنام دھندہ نہیں چل سکتا......

عبداللطیف خالد چیمہ

یومِ آزادی اور نظریۂ پاکستان

امسال ''یومِ آزادی'' پہلے سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ منایا گیا، 14راگست 2015ء کی مناسبت سے یہ دن 68 سال قبل وطن عزیز کے لیے عزت وآبرو کی پامالیوں اور جان ومال کی قربانیوں کی یاد تازہ کر دیتا ہے اور یہ احساس بھی اجاگر کرتا ہے کہ یہ خطہ جس مقصد کے لیے حاصل کیا گیا تھا، ابھی ہم اُس سے کوسوں دور ہیں، بانی پاکستان محمد علی جناح مرحوم جب انگلستان سے واپس ہندوستان آئے تو مولانا ظفر علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر مرحومین کی موجودگی میں انہوں نے جو بیان دیا وہ ملاحظہ فرمائیں!

''میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اب میں اُسے چھوڑ کر انڈیا اِس لیے آیا ہوں کہ یہاں لا الہ الا اللہ کی مملکت یعنی پاکستان کے قیام کے لیے کوشش کروں۔ اگر لا الہ الا اللہ پر مبنی حکومت قائم ہو جائے تو افغانستان، ایران، ترکی، اُردن، بحرین، کویت، حجاز، عراق، فلسطین، شام، تیونس، مراکش، الجزائر اور مصر کے ساتھ مل کر یہ کتنا عظیم الشان بلاک بن سکتا ہے۔'' (قائداعظم کا مذہب وعقیدہ، ص:4، منشی عبدالرحمٰن خان، صدیقی ٹرسٹ کراچی اشاعت سوم، ستمبر 1997ء)

بانی پاکستان کے 101 بیانات تاریخ کے ریکارڈ پر محفوظ ہیں، جن کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ خطہ اسلام کے نفاذ سے منور ہوگا، لیکن واحسرتا! کہ ہم آج تک قیام ملک کے اصل مقصد کی طرف مناسب پیش رفت نہ کر سکے اور پاکستان اسلام اور وطن کے دشمنوں کی آماجگاہ بن رہا ہے، مگر ہم پرامید ہیں کہ ان شاء اللہ بہار آئے گی بے اختیار آئے گی۔

پاکستان بن جانے کے بعد بانی احرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''تم میری رائے کو خود فروشی کا نام نہ دو۔ میری رائے ہار گئی اور اس کہانی کو یہیں ختم کر دو۔ پاکستان نے جب بھی پکارا، واللہ باللہ میں اس کے ذرے ذرے کی حفاظت کروں گا۔ مجھے یہ اتنا ہی عزیز ہے جتنا کوئی اور دعویٰ کر سکتا ہے۔ میں قول کا نہیں عمل کا آدمی ہوں۔ اس طرف کسی نے آنکھ اٹھائی تو وہ پھوڑ دی جائے گی۔ کسی نے ہاتھ اٹھایا تو وہ کاٹ دیا جائے گا۔ میں اس وطن اور اس کی عزت کے مقابلے میں اپنی جان عزیز رکھتا ہوں نہ اولاد۔ میرا خون پہلے بھی تمہارا تھا اور اب بھی تمہارا ہے۔
(دفاع پاکستان احرار کانفرنس لاہور ۱۹۵۲ء)

مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ موجودہ ملکی تقسیم غلط ہے۔ یہ تقسیم ختم کرانے اور دونوں ملکوں کا باہمی افتراق دور کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اس عارضی تقسیم کو کسی نہ کسی طرح ختم کیا جائے اور ہندو پاکستان کو پھر اکھنڈ ہندوستان بنایا جائے گا۔ جو آزادی ایک لاکھ ماؤں، بہنوں کی عزت وآبرو تباہ کر کے، دس لاکھ مسلمانوں کا خون بہا کر اور ایک کروڑ مسلمانوں کی

خانہ بربادی کے بعد حاصل کی گئی ہے۔ اس کو عارضی آزادی سمجھنے والا ملک وملت کا بدترین دشمن نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ ہی بتائیں کہ کیا ہماری یہ قربانیاں عارضی ہیں؟ کیا ہم ملک وقوم کے ایسے غدار اور ایسی ملکی وملی غداری کو برداشت کرسکتے ہیں؟ ......قطعاً نہیں...... جس طرح ملک وملت سے غداری کرنے والا شخص ہماری نظروں میں مجرم ہے۔ اسی طرح ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈاکہ زنی کرنے والا حضور پُر نور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی بغاوت کرکے اپنے آپ کو نبی کہنے والا اور پھر اس جھوٹے اور چال باز نبی کی امت اسلامی سلطنت پاکستان میں اس طرح اسلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے خلاف تبلیغ کرے تو ہم اُسے کیسے برداشت کرسکتے ہیں۔

یہ بات پاکستان کے آئین میں اب ضرور آنی چاہیے کہ پاکستان میں اسلام کے علاوہ اور کسی بھی مذہب کی تبلیغ حرام ہے۔ ملک اسلام کے نام پر لیا گیا ہے اور تبلیغ مرزائیت کی؟ بالکل ایسی بات ہے کہ پاکستان دوقومی نظریے کی بنیاد پر الگ ملک بنایا گیا ہے۔ اب اگر پاکستان میں قائداعظم کی بجائے گاندھی جی کی تعریفیں گائی جائیں اور مسلم لیگ کی جگہ کانگریس کی حکومت کے لیے کوشش کی جائے تو جس طرح یہ ایک مکمل بغاوت ہے؛ اسی طرح پاکستان میں کسی بھی دھرم، مذہب اور ازم کی تبلیغ اسلام اور پاکستان سے غداری وبغاوت کے مترادف ہے۔

(خطاب: احرار ختم نبوت کانفرنس، چوک یادگار پشاور۔ مئی ۱۹۵۲ء)

اُدھر ٹورنٹو (کینڈا) میں یومِ پاکستان کی ایک تقریب قادیانی مرکز میں رکھی گئی جس پر وہاں مقیم مسلمانوں نے احتجاج کیا، 21 تا 23۔ اگست لندن میں قادیانی جماعت کے بین الاقوامی اجتماع میں، برطانیہ میں پاکستان کے سابق سفیر واجد شمس الحسن نے شرکت وخطاب کیا، لندن میں نئے پاکستانی سفیر سید ابن عباس وہاں کے مشہور قادیانی اے کے حق (ایڈیٹر ’’یوکے ٹائمز‘‘) کے ساتھ دیکھے جارہے ہیں، سکہ بند اور مشہور قادیانی مظفر چودھری اس سفارت کاری کو آگے بڑھا رہا ہے، اِس بابت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ بیرون ممالک سفارت خانوں اور سفیروں کے ذریعے قادیانی ارتداد کو پھیلایا جارہا ہے، قادیانی ’’احمدی اسلام‘‘ کے نام پر پوری دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں، ہمارے خیال میں قومی ایکشن پلان کے ذریعے قادیانیوں کی اسلام اور وطن دشمن سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے اور یہ آئین پاکستان کا تقاضا بھی ہے۔ الحمدللہ مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت اُسی پالیسی پر گامزن ہے جس کا اعلان قیام وطن کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے کیا تھا، ہم نظریۂ پاکستان کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں، اب بھی ملک کی بقاء وسلامتی اور ہمارے تمام مسائل کا واحد حل ’’نفاذ اسلام‘‘ میں ہی مضمر ہے، مجلس فروغ نظریۂ پاکستان جس کا اساسی اجلاس 2/اگست کو لاہور میں مولانا زاہد الراشدی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، اس کے کنوینر مولانا عبدالرؤف فاروقی اور اساسی ارکان سید محمد کفیل بخاری اور راقم کی اپیل پر بھی دینی حلقوں نے توجہ دی اور ’’یوم آزادی‘‘ کے نظریاتی پہلوؤں پر ملک بھر میں روشنی ڈالی گئی۔

جنرل (ر) حمید گُل کی رحلت:

ممتاز دانشور، جنگی امور کے ماہر اور اسلام و وطن کے انتھک سپاہی جنرل (ر) حمید گُل 15/اگست 2015ء کو انتقال کر گئے، مرحوم نے زندگی کی 79 بہاریں دیکھیں اور افواج پاکستان میں مختلف عہدوں سے ہوتے ہوئے آئی ایس آئی اور ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کی حیثیت سے انھوں نے وطن عزیز کے دفاع کے لیے جو گرانقدر خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں، ریٹائرمنٹ کے بعد انھوں نے تادمِ حیات جتنی بھرپور زندگی گزاری اور اسلام اور پاکستان کے حامیوں کے تھنک ٹینک کے طور پر عملی جدوجہد کو منتظم کرنے میں جو کردار ادا کیا، اُس کو کسی طور بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ، وہ کھلے عام دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن کے طور پر بھی خوب پہچانے جاتے تھے، انھوں نے روسی استعمار کو شکست سے دوچار کرنے کے لیے کلیدی کردار ادا کیا، امریکہ اور انڈیا سمیت تمام دشمنوں کی علانیہ نشاندہی اُن کا طُرہ ٔامتیاز تھا، وہ گھبراتے نہیں تھے، بلکہ گھبراہٹ کے ماحول میں بھی اُمید کی نوید سنا کر گھمبیر حالات کا مقابلہ کرنے والوں کے پشتیبان بن جاتے تھے، کئی سال قبل برادرم سیف اللہ خالد کے توسط سے ہماری دعوت پر دفتر مرکزیہ احرار لاہور ایک اجتماع میں شریک ہوئے تو احرار کے ماضی اور استعمار دشمنی کے کردار پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور اس بات پر زور دیا کہ احرار کو ماضی کا کردار ادا کرنے کے لیے باہر نکلنا چاہیے، چیچہ وطنی دو تین دفعہ وقت دے کر اپنی اہلیہ کی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے، ایک مرتبہ چیچہ وطنی ختم نبوت کانفرنس کے شرکاء سے ٹیلی فونک خطاب بھی کیا۔ وہ بلاشبہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے منادو علمبردار تھے، ان کی کسی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن ان کی اسلام اور پاکستان سے وابستگی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ جنرل (ر) حمید گُل کے پردادا فیض خان، سید احمد شہید کی تحریک بالاکوٹ کے لشکر میں شامل تھے، جبکہ جنرل صاحب کے والدِ گرامی محمد خان انگریزی فوج کی نوکری چھوڑ کر تحریک خلافت کے قافلے میں شریک ہو گئے، مذکورہ دونوں حوالوں کی نظریاتی چھاپ ان کے کردار و عمل پر ہمیشہ نمایاں رہی، تاریخ کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ جنرل (ر) حمید گُل نے جنرل پرویز مشرف کی طرف سے افغانستان کے خلاف امریکی اتحاد کا حصہ بننے کی شدید مخالفت کی، آج قوم کے سامنے ہے کہ کس کی رائے صحیح تھی؟ ''افغان جہاد'' کے حوالے سے جنرل (ر) حمید گُل کی ایک تحریر سے اقتباس پیش خدمت ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑا جھوٹ اور نہیں بولا جا سکتا کہ افغان جہاد امریکی جنگ تھی۔ یقیناً یہ پاکستان کی اپنی جنگ تھی، امریکہ تو بہت بعد میں آیا۔ اس جنگ کے پہلے مرحلے میں جب ہم کھل کر جہاد کی پشتی بانی میں مصروف ہو چکے تھے، امریکہ اس کا نام بھی لینے کے لیے تیار نہ تھا۔ امریکی صدر جمی کارٹر نے پاکستان کو بار بار تنبیہ کی تھی کہ پاکستان کسی قسم کی دخل اندازی نہ کرے، نہ ہی امریکہ ایسا کرے گا، ہم نہیں چاہتے کہ روس کو ڈیورنڈ لائن عبور کرنے کا بہانہ ملے، افغان

جہاد تو اُن مٹھی بھر مجاہدین نے شروع کیا تھا جن کے پاس ڈھنگ کا اسلحہ بھی موجود نہ تھا، مگر ہم اپنی تمام تر توانائی کے ساتھ ان افغانوں کے پشت پناہ تھے۔ اس لیے کہ ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ روس کے قدم افغانستان میں روکنے والے نہیں، اس کا اصل نشانہ پاکستان ہوگا۔ میں یہ بات بلا خوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ شروع میں کئی برس تک افغان مجاہدین اور افغان جنگ کا سارا بوجھ پاکستان پر تھا اور پاکستان کی مدد کوئی نہیں کر رہا تھا۔ کئی برس کے بعد جب امریکہ امداد پر آمادہ ہوگیا تب بھی اسے یقین نہ تھا کہ افغان مجاہدین روس جیسی سپر پاور کو شکست دے سکتے ہیں۔ تاہم ریگن صدر بنے تو حالات بدل چکے تھے۔ سی آئی اے کے سربراہ ولیم کیسی نے پہلی بار کھل کر ہمیں امداد کی پیش کش کی۔ امریکہ سے جو ماہرین آتے تھے، وہ کہتے تھے یہ جنگ کم از کم تیس برس تک چلے گی، اس لیے کہ انہیں ویت نام میں خود مار کھانے کا طویل تجزیہ تھا۔ تاہم جب امریکہ نے سمجھ لیا کہ بازی پلٹ رہی ہے، تو وہ ہر قسم کی امداد دینے کے لیے تیار ہوگیا۔ یہ جہاد کی قوت کا اعجاز تھا کہ روسی فوج کی واپسی کے ساتھ ہی سپر پاور بھی ٹوٹ گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ افغان جہاد میں شرکت تنہا ضیاء الحق کا فیصلہ نہ تھا، یہ پاکستان کے تمام اہلِ علم، باشعور عوام، سیاسی و دینی جماعتوں اور پاک فوج کی اجتماعی دانش کا فیصلہ تھا۔ افغان جہاد نے 6 اسلامی ممالک اور 15 دیگر ملکوں کو بھی آزادی دلائی۔ افغان جہاد نے کشمیر میں تحریکِ آزادی کو ولولۂ تازہ دیا۔ افغان جہاد کی سب سے اہم کامیابی یہ تھی کہ اسی سے ہمیں اپنا ایٹمی پروگرام آگے بڑھانے کا موقع ملا اور ہم ایٹمی پیش رفت پر امریکی دباؤ مسترد کرنے کے قابل ہوئے...... (افغانستان میں حالیہ جنگ) اسلام کا راستہ روکنے کی خاطر لڑی جارہی ہے۔ امریکہ کو ڈر ہے کہ اسلام کے ہاتھوں اُس کے باطل پرست اور انسانیت دشمن نظام کی دھجیاں بکھرنے والی ہیں۔ اسی لیے افغانستان، عراق، شام، فلسطین، مصر، لیبیا اور مراکش وغیرہ میں لاکھوں مسلمانوں کا لہو بہایا گیا ہے اور آج ساری اسلامی دنیا عالمِ کفر کا نشانہ ہے۔ لیکن اب صاف نظر آرہا ہے کہ افغانستان میں برطانیہ اور روس کی طرح امریکی شوکت وسطوت کا قبرستان بننا بھی مقدر ہو چکا ہے، یہ تاریخ اور تقدیر کا اٹل فیصلہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس جنگ میں روس سے زیادہ بڑی شکست اور رسوائی امریکہ اور اُس کے حواریوں کی منتظر ہے“۔ (سید سلیم گردیزی کی کتاب ”گرم پانیوں کی تلاش میں“ کے پیش لفظ سے انتخاب) (ناقل: عمر ابراہیم) (مطبوعہ ہفت روزہ ”فرائیڈے اسپیشل“ کراچی جلد نمبر 21 شمارہ نمبر 34)

ہم مرحوم کی اہلیہ، بیٹی اور فرزندان جناب عمر گل، عبداللہ گل کے علاوہ ان سے محبت رکھنے والے تمام حضرات واحباب خصوصاً برادرم جناب سیف اللہ خالد سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کی سیئات سے درگزر فرمائیں، اور حسنات کو قبولیت سے نوازیں، آمین، ثم آمین۔

☆......☆......☆

مولانا زاہد الراشدی

بین الاقوامی قوانین اور اسلام

خبر یہ ہے کہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے وزارت قانون کی طرف سے بھجوائی جانے والی ایک سمری پر وفاقی سطح پر ”انسانی حقوق سیکریٹریٹ“ کے قیام کی منظوری دے دی ہے، جس کا مقصد ملک میں بین الاقوامی معاہدات پر عملدرآمد کو یقینی بنانا ہے۔ انسانی حقوق سیکریٹریٹ کا دائرہ کار اور اس کے خدوخال تو اس کے باقاعدہ قیام کے بعد ہی سامنے آئیں گے اور اس کے اہداف و مقاصد واضح ہونے پر اس کی کارگردگی کے بارے میں ہم بھی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان شاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً گزارشات پیش کرتے رہیں گے۔ مگر سرِ دست ان بین الاقوانی معاہدات کے ذریعے پاکستانی قوم سے کیے جانے والے چند تقاضوں کا ذکر ہم مناسب سمجھتے ہیں تا کہ یہ بات واضح ہو سکے کہ ان معاہدات پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لیے اس وقت عالمی اور علاقائی سطح پر جو دباؤ روز بہ روز بڑھ رہا ہے اور جس کی وجہ سے وزیر اعظم کو الگ ”انسانی حقوق سیکریٹریٹ“ قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے اس کا پس منظر کیا ہے اور ان کا ہمارے قومی نفع ونقصان کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

معاہدات کی پابندی کا خود قرآن کریم نے حکم دیا ہے اور مسلمانوں کو صریحاً ہدایت فرمائی ہے کہ جو عہد و پیمان کسی سے کرو اس پر پوری طرح عمل کرو جبکہ عہد شکنی کو قرآن کریم نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ لیکن عہد و پیمان میں نفع ونقصان اور خیر وشر کے پہلو کو سامنے رکھنے کی ہدایت بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمائی ہے۔ خود اپنے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اگر کسی بات پر قسم اٹھالوں اور بعد میں پتا چلے کہ خیر کا پہلو دوسری طرف ہے تو میں قسم کی وجہ سے خیر کو ترک نہیں کرتا قسم توڑ دیتا ہوں اور اس کا کفارہ دیتا ہوں۔ اسی طرح ایسے معاہدے کی پابندی کو بھی اسلامی شریعت ضروری قرار نہیں دیتی جس کے نتیجے میں کفر یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہو یا کسی اسلامی فریضے کا ترک کر دینا لازمی ہو جاتا ہو۔ کوئی شخص کسی سے یہ معاہدہ کر لے کہ (نعوذ باللہ) میں نماز نہیں پڑھوں گا یا کسی بے گناہ کو قتل کر دوں گا یا کسی گھر میں ڈاکہ ڈالوں گا یا کسی مظلوم کا جائز حق غصب کر لوں گا تو اس معاہدے کی پابندی اور اس پر عملدرآمد نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا خود گناہ بن جائے گا۔

معاہدہ شخصی ہو گروہی ہو یا بین الاقوامی ہو، اصول ہر جگہ ایک ہی ہے کہ ہمیں کسی بھی معاہدے پر عملدرآمد سے پہلے اسلام کے اس واضح اور صریح حکم پر غور کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر ہم اپنے مسلمان ہونے اور پاکستان کے اسلامی جمہوریہ ہونے کے تقاضوں سے وفا نہیں کر سکیں گے۔

پوری دنیا میں مسلمانوں کے گرد بین الاقوامی معاہدات کا جال جس طرح بن دیا گیا ہے ان معاہدات پر

عملدرآمد کو یقینی بنانے کے اقدامات سے پہلے ہمیں اس جال اور اس کے پیچھے بیٹھے شکاریوں پر ایک نظر ضرور ڈال لینی چاہیے۔ بین الاقوامیت کے سب سے بڑے داعی امریکا کی اس بے لچک پالیسی کو بھی سامنے رکھنا چاہیے جو ایسے ہر موقع پر یہ کہہ کر تمام بین الاقوامی معاہدات اور اصولوں کو یکسر پس پشت ڈال دیتا ہے کہ امریکا کے لیے ہر معاملے میں صرف اس کا اپنا مفاد مقدم ہوتا ہے اور اس کی ہر پالیسی کی بنیاد امریکی قوم کے مفاد پر مبنی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی معاہدات اور اصولوں کی خلاف ورزی میں امریکا سب سے آگے ہے۔

ان بین الاقوامی معاہدات کی تعداد بیسیوں میں ہے اور ان میں سے ہر ایک کا تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہے مگر اس معاملے کا اصل رخ واضح کرنے کے لیے ہم سر دست صرف چند امور کا ذکر کریں گے۔ ایک یہ کہ ہم سے کہا جارہا ہے کہ ''معاہدۂ لوزان'' کے تحت ترکوں نے خلافت اور شریعت سے جو دست برداری اختیار کی تھی وہ پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے تھی اس لیے اس معاہدے کی رو سے مسلمانوں کو دنیا کے کسی خطے میں خلافت کے قیام اور شریعت کے نفاذ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اور بات صرف ''نہیں دی جاسکتی'' تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ یہ عملی طور پر ''نہیں دی جارہی'' پوری امت مسلمہ کو دنیا بھر میں خلافت اور شریعت کے قیام کے حوالے سے سب سے بڑی رکاوٹ یہی درپیش ہے اور مغرب ہر مرحلے میں اس کی مزاحمت کر رہا ہے۔

خاندانی نظام کے حوالے سے بین الاقوامی معاہدات کے نام پر ہم سے تقاضا کیا جارہا ہے کہ قرآن وسنت کے واضح اور صریح خاندانی احکام وقوانین کو تبدیل کر کے (۱) مرد اور عورت کو طلاق کا مساوی حق دیا جائے۔ (۲) وراثت میں مرد اور عورت کے حصے برابر کیے جائیں۔ (۳) اور مرد عورت میں واضح جسمانی اور نفسیاتی فرق کے باجود ان کے بارے میں الگ الگ قرآنی احکام کو ختم کر دیا جائے۔ (۴) اسی طرح آزادیٔ رائے اور آزادیٔ مذہب کے نام پر ہم سے توہین رسالت کو جرائم کی فہرست سے نکال دینے کے لیے کہا جارہا ہے۔ (۵) اسلام اور ریاست کے تعلق کو یکسر ختم کردینے کے لیے دباؤ ڈالا جارہا ہے، اور (۶) قادیانیوں کو مسلمانوں کی صف میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا جارہا ہے وغیرہ۔

بین الاقوامی معاہدات کے اس قسم کے مطالبات کی فہرست خاصی طویل ہے۔ اس لیے ملک کے دینی ومحبّ وطن سیاسی حلقوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس صورت حال کا نوٹس لیں۔ ہمیں بین الاقوامی معاہدات کی پابندی پر اعتراض نہیں ہے۔ وہ ضرور ہونی چاہیے لیکن کسی بین الاقوامی معاہدے کی کوئی شق اگر ہمارے عقائد، شرعی احکام، ملکی مفاد اور تہذیبی روایات سے متصادم ہو تو ہمیں اس سلسلے میں دوٹوک موقف اختیار کر کے اس سے انکار کر دینا چاہیے اور عالم اسلام کی رائے عامہ کو منظم اور بیدار کر کے اپنے عقیدہ وثقافت کے تحفظ کا اہتمام کرنا چاہیے۔

❖❖❖❖

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حج ……عیدِ عاشقاں

قدیم ہندو مذہب میں سمندری سفر انتہائی برا سمجھا جاتا تھا، ایک زمانے میں کچھ مسلمان علمائے دین نے بھی مسلمانانِ ہند پر حج کے ساقط ہوجانے کا فتویٰ دیا۔ بلکہ بعض شدت پسند مفتیوں نے تو حج بیت اللہ کو معاذ اللہ ناجائز بھی کہہ ڈالا۔ جس کے استدلال کی بنیاد سمندری سفر کے راستے کی خطرناکی تھی۔ امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر تجدیدی کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آں جناب نے حج کے عظیم فریضے کو اجتماعی سطح پر زندہ کیا اور ایک بڑے قافلے کے ساتھ حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے۔

سطور آمدہ کی تحریر ایک خط ہے، جسے ولی اللّٰہی جماعت کے رکنِ رکین، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس مکتوبِ گرامی کا شانِ ورود یہ ہے کہ آپ کے ایک متوسّل نے حج کا ارادہ کیا، اُن کے وطن حیدر آباد دکن کے ایک مولوی صاحب نے اُنھیں یہی ”سقوطِ حج“ کا فتویٰ سنایا، جس پر اُنھوں نے اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا مدنی علیہ الرحمہ سے استفسار کیا۔ حضرت مولانا کا یہ جوابی مکتوب حبِّ الٰہی کی آتشِ سوزاں کا ایک بھڑکتا ہوا الاؤ ہے، کئی مقامات پر وفورِ عشق میں دامنِ ضبط حضرتِ والا کے ہاتھوں سے نکل نکل جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوبِ گرامی کو اپنی کتاب ”اکابر علمائے دیوبند اتباعِ شریعت کے آئینے میں“ میں نقل فرمایا ہے، قارئین کے مطالعے کے لیے پیشِ خدمت ہے۔ پڑھیے اور عشق کی سرمستی کو محسوس کیجیے۔ قوسین کے اندر کی تشریحی عبارات انتخاب کرنے والے کی طرف سے ہیں (ادارہ)

محترما!

جناب باری عزاسمہ کی وہ صفات جو مقتضیٔ معبودیت ہیں، ان کا مرجع دو باتوں کی طرف ہوتا ہے۔ اوّل بالکلیہ نفع وضرر، دویم محبوبیت۔ اوّل کو جلال سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور ثانی کو جمال سے، مگر یہ تعبیر ناقص ہے (کیونکہ) جلال محض مالکیّتِ ضرر پر متفرع ہوتا ہے۔ جس طرح جمال اسبابِ محبوبیت میں سے ایک سبب ہے (اور) وجوہِ محبوبیت علاوہ جمال کے کمالِ قرب واحسان بھی ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا تقاضا ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے وہ بنیادی طور پر دو طرح کی ہیں۔ ایک تو اس وجہ سے اللہ کی عبادت ہوتی ہے کہ وہ ہمیں نفع نقصان پہنچانے والے ہیں، یعنی کسی لالچ سے یا کسی خوف سے، اور دوسرے اللہ کی عبادت محض اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ محبوب ہیں)

سببِ اوّل…… یعنی مالکیّتِ نفع وضرر کا اقتضائے معبودیت …… میں عابد کی ذاتی غرض چونکہ باعث عبادت ہوتی ہے…… یعنی طمع یا خوف یا دونوں …… اس لیے یہ عبادت اس قدر کامل نہ ہوگی جس قدر وہ عبادت جس میں (محض) ارضائے محبوب مقصود ہو۔ ظاہر ہے کہ محبوب کی جو کچھ طاعت وفرماں برداری کی جاتی ہے اس سے محض اس کی

رضاء مطلوب ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ دونوں قسموں کی عبادتیں دینِ کامل میں ملحوظ ہوں۔ قسمِ اوّل پر متفرع ہونے والی عبادتوں میں اصل الاصول نماز اور زکوٰۃ ہے اور قسمِ ثانی پر متفرع ہونے والی عبادتوں میں اصل الاصول روزہ اور حج۔ روزہ محبوبیت کی منزلِ اوّل اور حج منزلِ ثانی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عاشق پر اوّلین فریضہ یہی ہے کہ اغیار سے قطع تعلق کیا جائے۔ جو کہ روزہ میں ملحوظ رکھا گیا، دن کو اگر صیام کا حکم ہے تو رات کو قیام کا اور آخر میں اعتکاف میں آکر رہے سہے تعلقات کا بھی خاتمہ کر دیا۔ بحکم: **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** (جسے رمضان کا مہینہ ملے وہ روزے رکھے) اور **من صام رمضان ايماناً** (جو ایمان اور تصحیح نیت کے ساتھ رمضان کے دن میں روزے رکھے اُس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ الحدیث) سے اگر استیعاب صوم رمضان کا پتہ چلتا ہے تو بحکم: ''**أحيىٰ ليلهٗ**'' اور ''**و من قام رمضان** ......'' (اور جس شخص نے ایمان اور تصحیح نیت کے ساتھ رمضان کی راتوں میں قیام کیا اُس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ الحدیث) وغیرہ سے استیعابِ قیام رمضان کا بھی پتہ چلنا ضروری ہے۔

اور چونکہ کمالِ صومی کے لیے محض ممنوعاتِ ثلاثہ کا، جو کہ اصل الاصول ہیں ترک مطلوب نہیں، بلکہ ان کے علاوہ معاصی اور مشتہیات نفسانیہ کا ترک بھی مقصود ہے۔ (یعنی روزہ تبھی مکمل ہوگا جب صرف کھانا پینا نہ چھوڑا جائے بلکہ سب گناہوں اور نفسانی خواہشات کو ترک کر دیا جائے، جیسا کہ احادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے) **من لم يدع قول الزور** (جس شخص نے جھوٹی بات اور جھوٹ کے کام ترک نہ کیے اللہ کو اُس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی ضرورت تو نہیں۔ الحدیث) اور **رب صائم ليس له من صومه الا الجوع** (کتنے ہی روزہ رکھنے والے ہیں کہ اُن کے روزے کا حاصل سوائے بھوک کے کچھ نہیں۔ الحدیث) اس کی شاہدِ عدل ہیں۔

جب ترکِ اغیار کا اثبات...... جو کہ منزل عشق کی پہلی گھاٹی ہے...... ہو گیا، اس کے بعد ضروری ہے کہ دوسری منزل کی طرف قدم بڑھایا جائے۔ یعنی کوچۂ محبوب اور اس کے دار و دیار کی جبہہ سائی کا فخر حاصل کیا جائے۔ اس لیے ایامِ صیام کے ختم ہوتے ہی ایامِ حج کی ابتداء ہوتی ہے، جن کا اختتام ایامِ نحر (قربانی) پر ہے۔

کوچۂ محبوب کی طرف اُس عاشق کا سفر کرنا، جس نے تمام اغیار کو ترک کر دیا ہو اور سچے عشق کا مدعی ہو معمولی طریقہ پر نہ ہوگا۔ اس کو سر کی خبر ہوگی نہ پیر کی، نہ بدن کے زیب و زینت کا خیال ہوگا نہ لوگوں سے جھگڑا اور لڑنے کا ذکر۔ **فَلا رَفَثَ وَلا فُسُوْقَ وَلا جِدَالَ فِي الْحَجّ** (جو حج کا ارادہ کرے تو حج میں نہ بیوی کے پاس جانا ہوتا ہے، نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا) کہاں قلبی اضطراب اور کہاں شہوت پرستی و آرام طلبی، نہ سرمہ کی فکر ہوگی نہ خوشبو اور تیل کا دھیان۔ اس کو

آبادی سے نفرت، جنگل اور جنگلی جانوروں سے الفت ہونی ضروری ہے۔ **وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما** (حج کے دنوں میں حالتِ احرام میں جنگلی جانوروں کو شکار کرنا اور مارنا جائز نہیں)۔ سیر وشکار جو کہ کارِ بیکاراں ہے، ایسے عشاق اور مضطر نفوس کے لیے بے حد نفرت کی چیز ہوگی۔ **واذاحللتم فاصطادوا** (جب حالتِ احرام ختم ہو جائے تبھی شکار کرنا جائز ہوگا)۔ اس کی تو دن رات کی سرگرمی معشوق کی یاد، اس کے نام کو جپنا، اپنے تن بدن کو بھلا دینا، دوست احباب، عزیز واقارب، راحت وآرام کو ترک کر دینا۔ نہ خواب آنکھوں میں بھلی معلوم ہوگی نہ لذائذِ اطعمہ، اور خوشبودار اور خوش ذائقہ اشربہ والبسہ (یعنی عمدہ کھانے پینے اور لباس) کا شوق ہوگا۔

یُداری ھواہ ثم یکتم سرہ

ویخشع فی کل الأمور ویخضع

وہ اس کی محبت خوش اسلوبی سے نباہتا رہتا ہے۔ پھر اس کے راز پردہ پوشی کرتا رہتا ہے۔ اور تمام حالات میں مطیع وفرمانبردار رہتا ہے۔

جوں جوں دیارِ محبوب اور ایام وصال کی قربت ہوتی جائے گی اسی قدر ولولہ اور فریفتگی اور جوش جنوں میں ترقی ہوتی رہے گی:

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک		آتشِ شوق تیز گردد

ان دنوں جوشِ جنوں ہے ترے دیوانے کو		لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو

خون دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو		یہ غذا دیتے ہیں جاناں ترے دیوانے کو

نو بہاراست جنوں، چاکِ گریباں مددے		آتش افتاد بجاں، جنبشِ داماں مددے

قریب پہنچتے ہیں......میقات پر......تو اپنے رہے سہے، میلے کچیلے کپڑے کو پھینک دیتے ہیں۔ اس وادئ عشق میں گریبان ودامن سے کیا کام:

ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک
اس کو سیا، سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا

دن رات محبوب کی رٹ پپیہے کی طرح لگی ہوئی ہے (تلبیہ پڑھ رہے ہیں)

رٹ پھرے پیو پیو کنارے		ہمارے پیا تو بدلیس سدھارے

برہا بروگ سے تلپٹ جیو		اب جن بول پپیہا پیو

اگر غم ہے تو محبوب کا، اگر ذکر ہے تو معشوق کا، اگر طلب ہے تو پیو، کی اگر خیال ہے تو دلبر کا:

عشق میں تیرے کوہِ غم سر پر لیا، جو ہو سو ہو عیش و نشاطِ زندگی چھوڑ دیا، جو ہو سو ہو

کوچۂ محبوب میں پہنچتے ہیں تو اس کے درو دیوار کے اردگرد پوری فریفتگی کے ساتھ چکر لگاتے ہیں۔ چوکھٹ پر سر ہے تو کہیں دیواروں اور پتھروں پر لب:

أمـرّ عـلـى الـدّيـار، ديـار ليـلـىٰ
أقبّـل ذالـجـدار و ذالـجـدار
ومـاحـبّ الـديـار شغـفـن قـلـبـي
ولـكـن حـبّ مـن سـكـن الـديـارا

(ترجمہ) مجنوں کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے کوچوں پر گزرتا ہوں تو کبھی اِس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو چومتا ہوں اور میرے دل میں دراصل کوچے کے درودیوار نے کوئی جگہ نہیں بنائی بلکہ اس گلی کے رہنے والے نے۔

کسی نے اگر جھوٹی سی خبر دی کہ معشوق کا جلوہ فلاں جگہ نمودار ہونے والا ہے تو بے سروپیر ہو کر دوڑتے وہاں پہنچے۔ نہ کانٹوں کا خیال ہے، نہ راستہ کے پتھروں کا فکر ہے، نہ گڑھوں میں گرنے کا سوز ہے، نہ پہاڑوں کی سختیوں کا ڈر ہے۔ مجنونِ بنی عامر کا سماں بندھا ہوا ہے۔ بدن میں اگر جوں ڈھیروں پڑی ہیں تو کیا پرواہ، اہل عقل اور اہل زمانہ اگر پھبکیاں اڑاتے ہیں تو کیا شرم:

جب پریت بھئی تو لاج کہاں سنسار ہنسے تو کیا ڈر ہے
دکھ درد بڑھے تو کیا چِنتا اور سکھ نہ رہے تو کیا ڈر ہے

اگر ناصحِ نادان معشوق اور عشق سے روکتا ہے تو جس طرح آگ پر پانی کی چھینٹیں اس کو اور بھڑکا دیتی ہیں، اس طرح آتش عشق اور بھڑک جاتی ہے۔ نادان ناصح کو پتھر مارتے ہوئے اپنے آپ کو قربان کر دینے کے لیے بیتاب ہو جاتے ہیں:

ناصحا مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے

وبـمُـهـجـتـي، يـا عـاذلـي! المَلِـك الـذي أسـخـطـت كـل الـنـاس فـي ارضـائـهٖ
فـومـن أحـب، لأ عـصيـنّـک فـي الهـوىٰ قـسـمـا بـه و بـحـسـنـه وبـهـائـهٖ

(ترجمہ) اے ملامت گر! میری جان اس بادشاہ پر قربان ہے کہ جس کے راضی رکھنے کی غرض سے میں نے تمام

لوگوں کو ناخوش کر دیا ہے۔ اے ملامت گر! میں محبوب کے حسن و جمال کی قسم کھاتا ہوں محبت کے بارے میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔ (متنبّی)

میرے محترم! یہ تھوڑا سا خاکہ حج وعمرہ کا ہے۔ اگر دل میں تڑپ اور سینہ میں درد نہ ہو تو زندگی ہیچ ہے۔ وہ انسان بھی انسان نہیں جس کے دل ودماغ، روح واعضائے رئیسہ محبوبِ حقیقی کے عشق اور ولولہ سے خالی ہے۔ یہاں عقل کے ہوش گم ہیں۔ جس قدر بھی بے عقلی اور شورش ہوگی اور جس قدر بھی اضطراب و بے چینی ہوگی اس قدر یہاں کمال شمار کیا جائے گا:

موسیا! آداب داناں دیگراند		سوختہ جان وروانان دیگر اندا

کفر کافر را ودیں دیندار را		ذرۂ دردت دلِ عطار را

عقل کو حیات کے مقید ہونے والے عشاق، آرام وراحت کے طلب گار محبین اپنی سچائی کے اثبات سے عاجز ہیں:

عشق چوں خام است باشد بستۂ ناموس ونگ		پختہ مغزانِ جنون را کے حیا زنجیرِ پا است

اس وادی میں قدم رکھنے والے کو سرفروشی اور ہر قسم کی تیاری کے لیے پہلے سے تیار رہنا ضروری ہے۔ اور آرام وراحت، عزت وجاہ کا خیال بھی اس راہ میں سخت ترین بلکہ بدترین بدنام کرنے والا گناہ ہے:

ناز پروردۂ تنعّم نہ برد راہ بدوست		عاشقی شیوہ رندانِ بلاکش باشد

یقیں می داں کہ آں شاہِ نکو نام		بدستِ سر بریدہ می دہد جام

مولانائے محترم اس وادی پر خار میں قدم رکھتے ہیں، پھر متلی کا سر کے چکر کا بیماری کا ضعف کا تکلیف کا عزت وجاہت کا فکر ہے؟ افسوس ہے! مردانہ وار قدم بڑھائیے، اگر تکلیف سامنے ہو تو خوش قسمتی سمجھیے۔ اگر ستائے جائیں تو محبوب کی عنایت جانیے۔ مجنوں کو لیلیٰ کے کاسہ توڑ دینے پر رقص ہوتا ہے جس سے وہ اپنے خاص تعلق کا اثبات کرتا ہے اور آپ اس سے جھجکتے ہیں۔ '' **کلا واللہ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الا مثل فالامثل**'' (ہرگز نہیں!! لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش انبیا پر آتی ہے پھر جو اُن سے کم اللہ کے قریب ہوں پھر جو اُن سے کم) قولِ صادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ **قیمة المراۃ همته،**

**بقدر الجد تکتسب المعالی		ومن رام العلیٰ سهر اللیالیٰ**

(ترجمہ) باندازِ محنت بلند درجات حاصل ہو سکتے ہیں۔ جو شخص بلند درجہ کا قصد کرتا ہے وہ برابر راتوں کو جاگتا ہے۔ سوائے رضاء محبوب حقیقی اور کوئی دھن نہ ہونی چاہیے:

دنیا و آخرت را گذار، حق طلب کن		کہ ایں ہر دو لولیاں را، من خوب می شناسم

بجوش وخروش وہیچ مفروش...... مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنی دیوانگی کی بڑ میں آپ کا بہت وقت ضائع کیا۔

مگر کیا کروں کہ اہل چشت کا دریوزہ گر ہوں، ان کی نسبت اپنا کھیل اور رنگ دکھلاتی ہے۔ اگر میری عرض غلط ہو تو پھاڑ کر پھینک دیجیے اور ان بزرگ حیدر آبادی کے کلمات کو تعویذ جان بنایئے۔ اور اگر اس میں کوئی جھلک صداقت اور واقعیت کی معلوم ہو تو مولانا عبدالباری صاحب ندوی اور حکیم عبدالعلی صاحب کو بھی دکھلا دیجیے۔ غالباً مناسب ہوگا کہ مکہ مکرمہ میں سید امین عاصم مرحوم کو اپنا مطوّف (معلم) بنایئے۔ حضرت موصوف حضرت شیخ الہند کے مطوف تھے، ان کا اگرچہ انتقال ہوگیا مگر ان کی لڑکیاں ان کے منصب پر قائم کی گئی ہیں۔ اور ان کے نواسے سید عقیل عطاس حجاج کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ حتیٰ الوسع پوری خبر گیری کرتے ہیں ان کا کارڈ اس میں موجود ہے۔ اگر نا مناسب نہ ہو تو میرا عریضہ بھی دے دیجیے۔ آپ سے لوگ بمبئی سے لکھنو سے درخواست مطوّفی کریں گے، مگر اکثر ان لوگوں سے تلخ تجربے حاصل ہوتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں میرے دو بھائی بڑے مولوی سید احمد صاحب اور چھوٹے محمود احمد ہیں، اگر نا مناسب نہ ہو تو ان سے بھی مل لیں۔ اگر کوئی خدمت درکار ہو ان شاء اللہ وہ اپنی طاقت کے موافق اس میں پورا حصہ لیں گے۔ مولانا شفیع الدین صاحب نگینوی، حضرت حاجی صاحب کے خادم اور خلیفہ اور حضرت گنگوہی کے حدیث میں شاگرد نہایت پاکیزہ شخص موجود ہیں، ان سے بھی مل لیں اور میرا اسلام عرض کر دیں دعا کی درخواست بھی ظاہر فرمادیں۔ کوشش ہونی چاہیے کہ دونوں مقدس مقامات اور رستہ میں غفلت میں وقت نہ گذرے۔ خصوصاً عرفات کے دن بعد از زوال نہایت غنیمت ہے، اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونا چاہیے۔ اگر لوگوں کے بالخصوص وہاں کے سُکان اور حکام کی فروگذاشتیں نظر پڑیں، تو توجہ نہ کیجئے اپنے کام سے کام رکھیے۔ اپنے اس نالائق و نابکار سگِ دنیا و روسیاہ خادم کو بھی دعواتِ صالحہ میں یاد رکھیے۔ کیا عجب ہے کہ آپ حضرات کی دعائیں فلاح ونجات کے اسباب بن جائیں۔ بہتر تو یہ تھا کہ کچھ دنوں پوری ہمت اور محنت کے ساتھ اذکار وغیرہ کر لینے کے بعد حج ہوتا اور زیارت کی مقدس نعمت حاصل کی جاتی۔ تاکہ دونوں کی حقیقت سے اتصال کی نوبت آتی، مگر جب قصد کیا گیا تو پورا کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک ہو سکے غفلت کو راہ نہ دیجیے اور ذکر میں مشغول رہیے:

من نہ کردم شما حذر بکنید

میں انشاء اللہ شوال کی پانچ تک یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور اگر منظورِ الٰہی ہے تو وحید بھی حج میں آپ کے ساتھ ہوگا۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ آپ سب کو حقیقی نعمت وحج وزیارت سے مالا مال کر دے۔ آمین

والد ماجد اور متعلقین واحباب سے سلام مسنون عرض کر دیں۔

ننگ اکابر: حسین احمد غفرلہ

از خلافت آفس سلہٹ ۹ رمضان المبارک ۱۳۴۷ء

ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ علیہ

قربانی......حکمت اور مسائل واحکام

اسلام امن وسلامتی کا ہی نام ہے اسلام کے ہر عمل سے سلامتی پیدا ہوتی اور امن پھیلتا ہے ہر باشعور آدمی غور وفکر کی نعمت سے اس حقیقت کو پا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل انسانوں کے اعمال جس برائی، خباثت اور شیطنت سے آشنا ہو چکے تھے اسلام نے انہی اعمال کو اسوۂ حسنہ میں پابند کر کے محبت، آدمیت، امن، سلامتی اور عافیت پیدا کر دی۔ غور فرمایئے قبائل کے سردار اور ان کے ساتھی کھانا کھا رہے ہیں ہمہ قسم نعمت ان کے سامنے چن دی گئی ہے مگر کیا مجال کہ غلام اس کی طرف دیکھ بھی جائے۔ روساء و بزرجمہر کھا پی کے فارغ ہوں گے۔ تو بچا کھچا ان کے منہ میں بھی پہنچ جائے گا جو غلام ہونے کا طعنہ سینے پر سجائے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے آ کر مکارم اخلاق پیدا کئے۔ اسی معاشرے میں غلام کو آقا کے برابر اور فقیر کو امیر جیسا کر دیا۔ من وتو کی تمیز ختم کر دی۔ معاشرے میں حسن پیدا کیا۔ جو نہ کلیوں میں نہ غنچوں میں، نہ پھولوں میں نہ بہاروں میں ہے۔ دنیا کے کسی نظام میں بھی یہ حسن وخوبی، یہ برابری و برادری نہیں ہے۔ دنیائے فکر میں انقلاب بپا کیجئے اور چودہ سو برس کی الٹی زقند لگایئے۔ چشم خرد کھولیے اور ملاحظہ کیجئے کہ مولائے کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ لکڑی کے ایک پیالے میں لقمے لگا لگا کر کھا رہے ہیں۔ غلام آقا کے روبرو ہے نظر وتوجہ کی نعمتوں سے بھی مالا مال ہو رہا ہے اور معاش ومعاد کے لمحے بھی سنوار رہا ہے۔ جی ہاں یہ وہی بلال ہے جسے کفارِ مکہ کا جمہوری نظام اور جمہوری گماشتے اپنے برابر دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور اسے غلام ہی مارنا چاہتے تھے، اسی طرح قربانی کا عمل بھی معاشرے میں امن وسلامتی اور بلندی پیدا کرتا ہے۔

قربانی تو زمانہء جاہلیت میں بھی امن وسلامتی اور سفر کے خطرات سے بچاتی تھی۔ عرب کا معمول تھا کوئی شخص اگر حج کے لیے آمادہ سفر ہے تو اسے اپنے قربانی کے جانوروں کے گلے میں پٹے ڈال کر ساتھ رکھنا پڑتا۔ اور یہ قربانی کا پٹہ ہی راستے کے خطرات ومشکلات کے بچنے کی علامت ہوتا۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ ایسا مسافر اپنے ساز وسامان سمیت منزل مراد پر پہنچ جاتا۔ حج کرتا، قربانی دیتا اور رضاء الٰہی کی نعمتیں سمیٹتا واپس لوٹ جاتا۔ قربانی کے اس جانور کو ہُدی کہا جاتا ہے۔ ویسے عربوں میں یہ دستور تھا کہ دین ابراہیمی کے مطابق وہ چار مہینوں کا بہت احترام کرتے یعنی رجب، ذی قعد، ذی الحج، اور محرم...... یہ مہینے پر امن اور عافیت وسلامتی کے مہینے تھے قرآن کریم نے بھی ان مہینوں کے باعزت وباوقار ہونے کا ذکر فرمایا ہے مِنھا اربعۃٌ حُرم ان میں سے چار بہت معزز ہیں۔

انہی چار ماہ کے اعزاز واکرام میں عرب اپنی جاہلیت کی عادتیں، لڑائی جھگڑے ختم کر دیتے تھے۔ ذی الحجہ کا مہینہ بھی انہی مکرم ومحترم مہینوں کا حصہ ہے۔ جس میں قربانی، حج اور عبادات اس کا جزو لاینفک ہے۔ اس لیے بھی یہ امن وامان اور عافیت وسلامتی کا پیغام سرمدی ہے۔ امن عامہ کی نوید الٰہی ہے۔ مگر ہمارے معاشرہ میں چونکہ اسلام کو ثانوی حیثیت دیدی گئی ہے اور جمہوریت کو پہلی پوزیشن اس لیے موجودہ معاشرے پر پھٹکار پڑ رہی ہے۔ عرب جہلا تو پٹے والے قربانی کے جانوروں کی لوٹ مار نہیں کرتے تھے۔ ”یہ جمہوریت زادے“ اور ”روشن خیال“ تو وہ بھی نہیں چھوڑتے۔ اس عمل خبیث میں یہ اُن سے بھی آگے نکل گئے۔ لوگوں نے مہندی،

جھانجر، زنجیر اور پٹے قربانی کی تمام نشانیوں سے اپنے قربانی کے جانوروں کو مرصع کیا ہوتا ہے مگر یہ فرزندانِ ناہموار اسے بھی چوری کرنے سے باز نہیں آتے اگر ''لبرل اسلام'' کے ماننے والے منافقین اپنے رویے تبدیل کر کے حقیقی اسلام کے پیروکار بن جائیں یعنی مکمل مومن بن جائیں تو امت کو یہ روز سیاہ دیکھنا نصیب نہ ہو! اس پر مستزاد یہ کہ ان چوروں اور حرام خوروں کو پاکستان کی رسوائے زمانہ تعزیرات سزا نہیں دیتی بلکہ ''لبرل اسلام'' کی نمائندہ کمیونٹی جو حدود اللہ کو ''وحشیانہ'' سزائیں کہتی ہے وہ وحشی اور جنگلی بھی اس درندگی پر بہت پریشان ہیں مگر امن قائم نہیں کر سکے۔ جو دن بھی طلوع ہوتا ہے، وہ فسق وفجور کی تمازت بڑھا دیتا ہے۔ خود کو ترقی یافتہ کہنے والے یورپ کے اندھے مقلد پاکستان میں خیر پیدا نہیں کر سکے۔ پاکستان کی سیکولر سیاسی قوتیں، شر، فتنہ وفساد اور تباہی کی نمائندگی کرتی، اسے پھیلاتی اور حکومت کرتی ہیں۔ یہ چار پانچ فیصد جو امن کے روح پرور مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ صرف ان دینی اعمال کی وجہ سے ہیں جو مسلمان انفرادی اور ذاتی ذوق کی بنیاد پر کرتے ہیں ورنہ ریاست کے قانون بَد نے تو انکارِ اعمال کی کھلی آزادی دے رکھی ہے۔ اللہ کی پناہ۔

قربانی اپنے شاندار ماضی، امن وسلامتی پر سچی تاریخی روایت وشہادت رکھتی ہے۔ دورِ حاضر میں قربانی نہ صرف یہ کہ امن کا پیغام ہے بلکہ مسئلہ معاش کا عظیم پہلو بھی اپنے جلو میں رکھتی ہے کہ اس عمل صالح کی بدولت معاشی بدحالی ختم ہوتی اور معاشی امن پیدا ہوتا ہے۔ سینکڑوں غریب امیر ہو جاتے ہیں۔ قرآن کا حکم ہے:

فکلو ا منھا و اطعمو البائس الفقیر. (پ ۱۷ الحج آیت ۲۸) سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ محتاج بے حال کو۔

فکلوا منھا و اطعموا القانع و المعتر. (پ ۱۷۔ الحج آیت ۳۶)

سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے کو اور بیقراری کرنے والے کو۔

ہمارے معاشرہ میں سرمائے کی غیر منصفانہ تقسیم اور یورپ کے معیارِ زندگی کی نقالی نے معاشرہ کو طبقات میں تقسیم کر دیا ہے۔ اعلیٰ طبقہ کہلانے والے لوگ اخلاق سے عاری، ہمدردی سے محروم، اخوۃ، برادری اور برابری کے شائستہ جذبات کو خیر باد کہہ کر دوسرے تیسرے اور چوتھے طبقہ کے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ ہمارے معاشرے کا دوسرا تیسرا اور چوتھا طبقہ زندگی کی راحتوں سے مجبور اور معاشی حالات سے رنجور ہے اور سفید پوشی، ظاہر داری اور برادریوں کے جذبۂ تقابل میں اس قدر چُور چُور ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ معاشرے کے جن لوگوں کے پاس مال ومنال زر وجواہر اور دھن دولت موجود ہے۔ پھر اُن میں سے جو اس دولت کو دین کے احکام کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں صدقات دیتے ہیں انفاق عام کرتے ہیں وہ جب قربانی دیں گے تو معاشرہ کے ایسے افراد جو بے چارے مال کی کمی کے سبب ہفتوں اور مہینوں تک گوشت کی شکل سے ناآشنا اور اس کی لذت سے محروم رہتے ہیں۔ قربانی کرنے والا خود کھائے تو اس کی اجازت ہے اس لیے کہ ''**فکلوا منھا**'' اَمرِ استحباب ہے اَمرِ وجوب نہیں یعنی اجازت ہے حکم نہیں جیسے

و اذا حللتم فاصطادوا. (پ ۶۔ المائدہ۔ آیت ۲) اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو۔

اپنے گھر کے لیے رکھ لے تو اجازت ہے اگر نہ رکھے تو بہتر ہے اور واجب ہے کہ وہ قربانی کا گوشت بے حال محتاج، نادار، بے یار ومددگار اور ایسا مسکین جو قانع صابر محروم ہو اور ایسا مسکین بھی جو سائل اور بے قرار ہو بھوک کے ہاتھوں تنگ آ کر مانگنے لگ جائے سب کو تلاش کر کے پہنچایا جائے۔ ایسے ضرورت مندوں کو زکوٰۃ صدقات وغیرہ کی طرح قربانی کا گوشت پہنچانے سے ان کی طبعی تندی

ترشی اور حالات سے پیدا شدہ نفرتیں کم ہوں گی۔ غضب وانتقام کی جگہ محبت واحترام پیدا ہوگا۔ لوٹ مار قتل وغارتگری کی بجائے حفاظت و خدمت کے نیک جذبات ظہور پذیر ہوں گے۔ معاشرہ میں امن وسلامتی غالب آئے گی یعنی خیر طالب اور شر مغلوب ہوگا۔ رودے اور کھالیں بھی معاشرے کے انہی پسے ہوئے لوگوں کا حق ہے۔ قصاب قطعاً کھال رودے اُجرت میں نہیں لیجا سکتے قربانی کے جانوروں پر ڈالے گئے کپڑے گھنٹیاں زنجیریں جھانجریں وغیرہ سب چیزیں غرباء کا حق ہیں۔ جب غرباء کو ان کا شرعی حق مال کی صورت میں پہنچے گا تو معاشی ناہمواری دور ہوگی اور معاشی ناہمواری کے دور ہونے سے جذبۂ حسد ورقابت بھی دور ہوگا جس کا نتیجہ ہے خوشحالی مختصراً ملاحظہ کریں۔

قربانی کے فوائد:

(۱) ایک طبقہ میں گردش زر قائم ہوئی۔ قربانی کے لیے جانور خریدے گئے۔ بیچنے والے کو مال منتقل ہوا۔ اُسے کچھ روز گھر میں رکھا، خدمت کی، گھاس دانہ کھلایا

(۲) دوسرے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی۔ قصاب نے ذبح کیا اور مزدوری لی۔

(۳) تیسرے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی، کھال فروخت ہوئی یا خیراتی اداروں میں تقسیم ہوئی۔

(۴) چوتھے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی۔ رودے، زنجیر، کپڑا، جھانجر فروخت ہوئی۔ ان کی قیمت مساکین یتامیٰ، بیوگان محتاج، غریب، دینی کارکن، دینی مدارس کے مسافر طلباء واساتذہ میں مختلف صورتوں میں تقسیم ہوئی۔

(۵) پانچویں طبقہ میں گردش زر قائم ہوئی۔ سرمایہ انجماد سے بچا۔ ایک ہاتھ میں نہ رہا مختلف ہاتھوں میں پہنچا ملک وقوم کو فائدہ پہنچا۔ ایسا اہم اور عظیم عمل جس سے معاشرے کے پانچ طبقوں کو فیض، نفع اور فائدہ پہنچتا ہو اس کی مخالفت کرنا کہاں کی خدمتِ انسانی اور خدمتِ حیوانی ہے۔ یا دانشمندی ہے؟ بجز اس کے کہ

بک رہے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ہاں یہ سیکولرسٹوں کا ”روشن اور لبرل اسلام“ تو ہوسکتا ہے حقیقی دین اسلام نہیں۔

قربانی اور قربانی کے جانور:

قربانی اور قربانی کے جانور شعائر اللہ میں سے ہیں۔ (پ ۱۷۔ الحج آیت ۳۶)

ایسے لوگ جو بے رحمی اور حیوانات کے انسداد کی ذیل میں قربانی کے عمل کو رد کرتے ہیں یا مال کے ضیاع کی نام نہاد حکمت کی بنیاد پر اس کو غلط قرار دیتے ہیں وہ لوگ بنیادی طور پر جاہل وظالم ہیں۔ اس لیے کہ قرآن حکیم نے قربانی اور قربانی کے جانوروں کی حیثیت دین اسلام کی علامتوں میں سے دو علامتیں قرار دی ہیں۔ دین کی علامتوں کی تعظیم دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔ ان شعائر کا احترام نہ کرنے والے لوگ خلوص سے محروم ہیں۔ شعائر اللہ کی باقاعدہ وباضابطہ شرعی حیثیت وعظمت ہے۔ اس عمل کی ایک مذہبی، شرعی اور قانونی تاریخ ہے اس کی تردید، تغلیط اور توھین، احکام ومسائل اور قوانین قرآنی سے بے خبری، لاعلمی اور جہالت پر مبنی ہے۔ پھر ایسا آدمی جو قربانی جیسے عمل خیر کو روکتا ہے، اس کے خلاف ذہنوں کو ہموار کرتا ہے اور فضول قسم کی باتیں جو یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں‘ کرتا رہتا ہے۔ وہ معاشرے کو باہم ایک دوسرے سے کاٹنا چاہتا ہے۔

قربانی کے عمل سے معاشرہ کے تمام طبقات باہم مربوط ہوجاتے ہیں اور یہ حیوانات پر رحم کرنے والا نام نہاد مہربان انسانوں کو محبت، مودت، ارتباط، معاشرتی ترقی سے محروم کرنے والا ظالم، سفاک اور خودغرض ہے کہ انسانوں پر رحم نہیں کرتا!

پیغام:

عید، خوش خوراکی وخوش پوشاکی اور کھیل کود کا نام ہی تو نہیں بلکہ عید عبارت ہے......

اجتماعیت ویکجہتی سے، قربانی وایثار سے، عدل وتقویٰ سے، حق شناسی وخدا خوفی سے

محبت، ادب اور اخلاص سے، مودّت اوراخوت کے پاکیزہ جذبات سے!

احکام ومسائل

● **تمہید:** قربانی جدُّ الانبیاء اور مجدّدالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہم السلام اور سید الاوّلین، قائد المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس یادگار اور ابدی سنت ہے......حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایام قربانی میں اللہ تعالیٰ کو اپنے نام پر بہائے ہوئے خونِ قربانی سے زیادہ کوئی چیز اور عمل پسند نہیں۔ ذبح کے وقت خون کا ہر قطرہ زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی خدا کے ہاں مقبول ہوجاتا ہے۔ نیز فرمایا: ذبیحہ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ان میں سے ہر ہر بال کے بدل میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَنْ یَّنَالَ اللہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآءُ ھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾

”اللہ کو نہیں پہنچتے، ان کے گوشت اور نہ لہو۔ لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دلوں کا ادب (خلوص)۔“ (سورۃ حج ۳۷۔ پارہ ۱۷)

قربانی: بعض اسلام دشمن عناصر جن کو مخلوق خدا کی فلاح کا بہت زیادہ ”درد“ اٹھتا ہے، وہ اس نظریاتی مملکت میں برسوں سے زہر پھیلا رہے ہیں اور خصوصیات کے ساتھ جدید تعلیم سے روشناس مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ قربانی ”مولوی ازم“ کی ایجاد ہے، کتنا بڑا ظلم ہے کہ ہزاروں لاکھوں روپے کا خون بہا دیا جائے، اس میں انسانیت کی کیا خدمت ہے؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ”مکہ“ میں ہی فرض ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں قربانی نہیں دی۔ کوئی شخص بھی اس بات کا مجاز نہیں کہ دین متین میں ایک حرف کی بھی تبدیلی کر سکے۔ قربانی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ جو چودہ سو سال سے ادا کی جارہی ہے۔ خود حضور ﷺ نے اور ان کے بعد ان کے صحیح جانشین خلفائے راشدین نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور امت کی مسلّمہ شخصیتوں نے ادا کی اور کروائی۔ یہ کہنا کتنا بڑا دجل ہے کہ ختم المرسلین ﷺ نے صرف مکہ میں قربانی کی۔ حالانکہ احادیثِ صحیحہ میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ مدینہ میں بھی قربانی ہوئی اور لاکھوں مربع میل میں پھیلی ہوئی اسلامی سلطنت میں بسنے والے مسلمانوں نے اس سنت کو ادا کیا۔

حضور ﷺ نے مدینہ میں قربانی کی:

﴿عن ابن عمر ، قال اقام رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بالمدینہ عَشَرسِنِیْنَ یُضَحّیٰ﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دس برس مدینہ میں قیام فرمایا اور قربانی دی: (ترمذی ص۱۸۲، مسند احمد ج ۲ ص ۵۷)

﴿ **عن ابن عباس قال کنّا مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فی سفر فحضر الا ضحی فاشتر کنا فی البقرۃ سبعۃ وفی البعیر عشرۃ** ﴾ (ترمذی ص ۱۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سفر میں تھے کہ سفر میں ہی قربانی کا دن آ گیا تو ہم قربانی کی گائے کے سات حصوں اور اونٹ کے دس حصوں میں شریک ہوئے۔

جمہور علماء کے نزدیک اونٹ میں دس حصوں والا حکم منسوخ ہوگیا اور سات حصوں والا حکم جاری ہوا۔ اسے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ذکر کیا ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ۔ ص ۱۲۸)

ان ہر دو روایات کی روشنی میں یہ بات قطعیت کے ساتھ واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ نے سفر میں بھی قربانی کی اور مدینہ میں بھی، اس کے بعد اس قسم کی لغو اور بے بنیاد باتوں کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور یہ حدیث ان کے قول کے بطلان کے لیے دلیل کا ایک طمانچہ ہے۔

اہل اسلام سے التماس ہے کہ وہ اس قسم کی لغویات پر دھیان نہ دیں اور دین متین کی حفاظت کرتے ہوئے اور محبت رسول ﷺ سے سرشار ہوکر اس سنت کو خوب ذوق وشوق سے ادا کریں تاکہ روزِ محشر بارگاہِ رب العزت میں نجات کا سبب اور اللہ کے محبوب ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں۔ خداوندِ قدوس ہم سب کو سختی سے اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **امین ،ثمّ امین**

<u>مختصر مسائل قربانی:</u>

- ہر آزاد عاقل بالغ مسلمان جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا رکھتا ہو، یا ان دونوں سے جتنی مالیت کی جائیداد یا مال تجارت کا مالک ہو، اس پر عید الاضحیٰ یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ کو صبح صادق طلوع ہونے سے لے کر بارہویں ذوالحجہ کی شام تک چند مخصوص حلال جانوروں میں سے کسی ایک قسم کے جانور کو حکم الٰہی اور سنت نبی ﷺ کی پیروی میں ذبح کرنا واجب ہے، جسے شرعی زبان میں اُضحِیَّہ اور ہماری بول چال میں قربانی کہتے ہیں۔
- قربانی کے لیے مذکورہ بالا مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال کا پورا ہونا شرط نہیں۔
- جن لوگوں پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے، انہی پر قربانی واجب ہے اور جیسے صدقۃ الفطر اپنی ذات پر واجب ہوتا ہے، اہل و عیال کی طرف سے از خود دینا نفلی عبادت ہے، ایسے ہی قربانی بھی صرف اپنی ذات پر واجب ہے۔ البتہ دوسرے کی طرف سے ثواب کے طور پر یا وکیل بن کر قربانی کرنا درست ہے۔
- کسی کے پاس بالکل مال نہ تھا، لیکن اچانک کسی طرح دسویں کی صبح کو یا بارہویں کو غروب آفتاب سے پہلے مذکورہ بالا مالیت حاصل ہوگئی تو اس پر قربانی واجب ہے۔
- ایسے شخص نے کسی کی غیر موجودگی میں اس کی طرف سے اجازت کے بغیر قربانی دے دی وہ ادا نہ ہوئی، بلکہ غائب پر بدستور واجب رہے گی۔

● صاحب مال آدمی اگر مقروض ہے تو ادائے قرض کے بعد مذکورہ بالا مالیت باقی بچے تو قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

● اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہ تھی اور اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا اور ایسے ہی کسی نے کوئی منّت مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں قربانی دوں گا اور اتفاقاً وہ کام بھی ہوگیا، تو اس پر قربانی واجب ہوگئی لیکن منت والی قربانی کا گوشت خواہ وہ امیر کی طرف سے ہو یا غریب کی طرف سے نہ خود کھانا جائز ہے اور نہ ہی صاحب حیثیت افراد کو کھلانا، کیونکہ منت بھی ایک صدقہ ہے اور صدقہ مساکین اور فقراء کا حق ہوتا ہے، اگر بھول کر کھالیا یا کھلا دیا تو اتنی ہی مقدار میں مزید گوشت خیرات کرنا واجب ہوگا۔

● مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ البتہ سفر میں کسی جگہ پندرہ دن تک ٹھہرنا ہوگیا تو قربانی واجب ہوگی۔

● دیہات میں رہنے والوں کے لیے نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہے۔

● شہر اور قصبوں میں رہنے والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے سے پہلے قربانی جائز نہیں۔

● اگر کسی شخص نے قربانی میں اتنی تاخیر کردی کہ بارہویں تاریخ کو غروب آفتاب تک بھی قربانی نہ کرسکا، اگر جانور خرید چکا تھا ،تو وہی جانور خیرات کردے، اگر جانور نہیں خریدا تھا، تو ایک بھیڑ یا بکری کی قیمت خیرات کردے۔

● اگر کسی نے قربانی کا جانور پالنے کے لیے کسی کو دے دیا تو پالنے والا اس کا مالک نہیں ہوسکتا، نہ ہی اسے بیچ سکتا ہے۔ بیچنا ہو تو اصل مالک کی اجازت حاصل کرنا ہوگی۔

● قربانی کے جانور:

بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی، بیل، گائے، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی' ان چھے حلال جانوروں میں سے ایک قسم کا جانور ہونا ضروری ہے، ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی جائز نہیں۔

قربانی کے جانور کی عمر:

اس ترتیب کے مطابق ہونی چاہیے۔ بکرا، بکری' ایک سال، گائے، بیل، بھینس، بھینسا' دوسال، اونٹ، اونٹنی پانچ سال کا ہونا ضروری ہے البتہ بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، دنبی اگر اتفاقاً تندرست اور موٹے تازے ہوں کہ ایک سال کی عمر والے ہم جنسوں میں چھوڑ دینے سے دونوں میں کوئی فرق معلوم نہ ہو، تو ایسے چھ مہینے کے دنبے، دنبی، مینڈھا، بھیڑ کی قربانی جائز ہوگی بصورت دیگر ان کے لیے ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔

قربانی کے جانور کی کیفیت:

قربانی کا جانور خوب صحت مند موٹا تازہ، بے عیب ہونا چاہیے۔ اگر کچھ دبلا پتلا ہو تو جائز ہے لیکن ایسا مریل جانور جس کو سہارا دیکر چلایا جائے، قربانی کے لیے جائز نہیں۔

قربانی کا جانور ان عیوب سے پاک ہونا چاہیے:

ٹوٹے ہوئے سینگ نہ ہوں۔ ایک کان کا تہائی سے زائد حصہ کٹا ہوا نہ ہو۔ اندھا نہ ہو، یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی یا تہائی سے زائد روشنی ضائع نہ ہو۔ جس کا ابتدا سے کوئی دانت نہ ہو۔ جس کی تہائی یا تہائی سے زائد دُم کٹی ہوئی نہ ہو۔ مرض یا چوٹ وغیرہ کے سبب لنگڑا نہ ہو کہ صرف تین پاؤں پر چل سکے اور چوتھا پاؤں زمین پر نہ رکھ سکے اور گھسیٹتا رہے۔ مادہ حاملہ نہ ہو۔

قربانی کے جانور میں حصہ:

● بکرا، بکری، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، دنبی' ان میں حصہ داری نہیں ہوسکتی، گائے بیل بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی میں سات افراد حصہ دار بن سکتے ہیں، سات سے زائد کی قربانی جائز نہ ہوگی۔

● جس جانور میں سات افراد شریک ہوں' سب کو برابر تول کر گوشت تقسیم کرنا چاہیے کمی بیشی سے تقسیم جائز نہیں۔

● قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل سنت اور مستحب ہے' خود نہ کرسکتا ہو تو پاس کھڑا ہونا بہتر ہے، قربانی کے لیے افضل دن دسویں کا ہے۔ باقی دو دنوں میں بھی درست ہے۔ قربانی کا صحیح وقت دن کا ہے' رات کو کرنا بہتر نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات صحیح ذبح نہیں ہوسکتا، ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

● ذبح کے وقت دعا:

﴿اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّ مَااَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ O اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَااَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ O﴾

اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر جانور کو ذبح کرے اور مکمل دعا یاد نہ ہو تو صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ بغیر تکبیر کہے ذبح کرنا جائز نہیں۔ جب ذبح کر چکے تو پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ ''اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے پسند اور منظور کرلیجیے۔'' اگر اپنے سوا کسی اور کی طرف سے بغرض ثواب یا بطور ادائے فرض دینا ہو تو ''مِنِّیْ'' کی جگہ ''مِنْ'' کے بعد اس شخص کا نام لے' جس کی طرف سے دے رہا ہے۔ پھر آگے یہ الفاظ کہے: کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

''جیسے کہ آپ نے اپنے پیارے حضرت محمد ﷺ اور اپنے خاص دوست حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قربانی پسند فرمائی۔''

قربانی کی کھال یا اس کی قیمت کا مصرف:

قربانی کے جانور کی کھال قصاب وغیرہ کو مزدوری میں دینا جائز نہیں۔ کھال یا اس کی قیمت مستحقین میں خیرات کردیں۔ دینی مدارس کے مسافر طلباء بھی اس کے مستحق ہیں۔ عصر حاضر میں طاغوتی اور سامراجی قوتوں کے دینی مدارس کے خلاف عزائم ومنصوبوں کو ناکام بنانے اور مدارس کے مالی استحصال کا مقابلہ کرنے کے لیے مدارس ہی ان کا بہترین مصرف ہیں۔

گوشت کی تقسیم:

گوشت کے مختلف حصے کرکے بہتر تو یہ ہے کہ تول کر تقسیم کرے۔ غرباء، مساکین، یتامیٰ، مسافر اور اپنے عزیز واقارب واحباب سب کو دے۔ کھال، رسی، زنجیر، گھنگرو، جھانجر، دوپٹہ یا گوشت بطور مزدوری دینا جائز نہیں۔ مزدوری نقد طے کرنا چاہیے۔ یہ تمام چیزیں یا ان کی قیمت صدقہ کردے۔

نمازِ عید کے متعلق کچھ باتیں:

شب عید کو نوافل ادا کرنا، توبہ استغفار کرنا، عید کے لیے اوّل وقت میں نہانا، اپنی حیثیت کے مطابق اچھے کپڑے پہننا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا سنت ہے۔ نماز کے لیے ایک راستہ سے جانا اور راستہ بدل کر آنا سنت ہے، راستہ میں ان

تکبیرات کا مناسب آواز میں پڑھنا سنت ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ قربانی کرنے والے کے لیے بہتر ہے کہ نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھائے۔

ترکیب نمازِ عید:

پہلی رکعت:

تکبیر تحریمہ یعنی پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں، سبحانک اللّٰھم تمام پڑھیں، پھر تکبیریں کہیں پہلی اور دوسری تکبیر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں، تیسری تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، پھر امام قرأت کرے گا، باقی حسبِ معمول پوری کریں۔

دوسری رکعت:

جب امام فاتحہ اور سورۃ پڑھ چکے تو امام کے ساتھ چار تکبیریں کہیں پہلے تین مرتبہ تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں اور کھڑے رہیں چوتھی تکبیر کہنے پر رکوع میں جائیں۔ باقی ارکان حسبِ معمول پورے کریں اور سلام کے بعد دعا مانگ لیں۔

خطبہ عید:

جیسے جمعہ میں نماز سے پہلے خطبہ سننا واجب ہے۔ اسی طرح عیدین میں نماز کے بعد خطبہ سننا بھی واجب ہے۔ خطبہ سنے بغیر عیدگاہ سے جانا گناہ ہے۔ عیدین کو جماعت کے ساتھ ہی ادا کرنا چاہیے۔ جماعت چھوٹ جانے کی صورت میں قضاء لازم نہیں ہوگی۔

تکبیر التشریق:

ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو نمازِ فجر کے بعد سے تیرہویں کی نمازِ عصر تک پانچ دنوں کے وقت کو ''ایام التشریق'' کہتے ہیں۔ ان دنوں میں اکیلے یا باجماعت ہر فرض نماز کے بعد اونچی آواز کے ساتھ ایک بار ''تکبیر التشریق'' کہنا واجب ہے۔ تکبیر یہ ہے: **الله اکبر ،الله اکبر ،لااله الا الله والله اکبر ،الله اکبر ،ولله الحمد**

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل اور یوم الحج کا روزہ:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے عشرہ ذوالحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔ اس عشرہ میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔'' (ترمذی و ابن ماجہ)

قرآن کریم میں سورۃ والفجر میں اللہ تعالیٰ نے دس خاص راتوں کی قسم کھا کر ان کی اہمیت ظاہر فرمائی ہے۔ امت کے جمہور علماء کے نزدیک ان دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ ذوالحجہ کی آٹھویں اور نویں تاریخ کی درمیانی رات عبادت میں مشغول رہنا اور نویں تاریخ میں یوم الحج یا یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اس رات اور دن کی بڑی فضیلت ہے۔ ۹ر ذی الحجہ کا روزہ رکھنے سے گزشتہ ایک سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان عبادات اور فرائض واجبات کو ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

واللّٰہ الموفق وھو المستعان وعلیہ التکلان

❖❖❖❖

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت جحش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں یعنی آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ کی زوجیت میں آنے سے پہلے آپ کے متبنّٰی اور آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے عقد میں تھیں باہمی موافقت نہ ہونے کی وجہ سے زید نے ان کو طلاق دے دی حضرت چونکہ موالی میں سے تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک نہایت شریف اور معزز خاندان سے تھیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ عرب کا یہ دستور تھا کہ موالی (آزاد کردہ غلاموں) سے مناکحت کو اپنے لیے باعثِ ننگ و عار سمجھتے تھے۔ اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب سے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کا پیغام دیا تو حضرت زینب اور ان کے بھائی نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب، آیت 36)

اس آیت میں مؤمن سے عبداللہ بن جحش یعنی حضرت زینب کے حقیقی بھائی مراد ہیں اور مؤمنہ سے خود حضرت زینب مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ کسی مؤمن اور مؤمنہ کے لیے یہ زیبا نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دے تو اس پر راضی نہ ہوں۔ اس آیت کے نزول کے بعد یہ دونوں راضی ہو گئے اور خدا کے حکم کے موافق زینب کا نکاح زید کے ساتھ ہو گیا۔ نکاح تو ہو گیا مگر زید حضرت زینب کی نظر میں ذلیل اور حقیر رہے۔ اس لیے گھر میں باہم لڑائی ہوتی اور موافقت مزاجی نہ ہوئی اور زید ہمیشہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زینب کی بے اعتنائی کا شکوہ کیا کرتے اور عرض کرتے کہ میں زینب کو چھوڑ دیتا ہوں مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زید کو طلاق دینے سے منع فرماتے اور کہتے کہ تم نے میری خاطر سے اس تعلق کو قبول کیا ہے۔ اس لیے اب چھوڑنے سے اور ذلت ہوگی اور مجھے اپنے خاندان میں ندامت اور شرمندگی ہوگی۔ جب بار بار یہ جھگڑے اور قضیے پیش آتے رہے تو آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر زید نے زینب کو طلاق دیدی تو زینب کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کروں۔ لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ یہ لوگ یہ طعنہ دیں گے کہ اپنے بیٹے کی جورو کو گھر میں رکھ لیا۔ یعنی اس سے نکاح کر لیا۔ حالانکہ لے پالک یعنی متبنّٰی کسی طرح بیٹے کے حکم میں نہیں اور عرب میں مدت سے یہ ایک بُرا دستور چلا آرہا تھا کہ جس کو متبنّٰی، منہ بولا بیٹا بنالیں اس کی مطلقہ جورو سے نکاح کرنے کو غایت درجہ معیوب سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس رسم بد کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور

عمل سے توڑ دیں اور آپ کو بذریعہ وحی آسمانی مطلع کر دیا گیا کہ زید کے طلاق دینے کے بعد زینب آپ کی زوجیت میں آئے گی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کا وہ حکم نہیں کہ جو صلبی بیٹے کی بیوی کا حکم ہے غرض یہ کہ آپ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا کہ زینب تمہارے نکاح میں آئے گی۔ مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بد باطنوں کے طعن وتشنیع کے خیال سے یہ طعنہ دیں گے کہ اپنے متبنّٰی کی جورو سے نکاح کر لیا۔ شرم کے مارے اس پیش گوئی کو کسی پر ظاہر نہیں فرمایا بلکہ اس کو دل ہی میں پوشیدہ رکھا اور خیال کیا کہ خدا کی خبر بالکل حق اور صدق ہے۔ اپنے وقت آنے پر خود ظاہر ہو جائے گی۔ نیز خدا تعالیٰ کی طرف سے فی الحال اس پیشین گوئی کے اظہار اور اعلان کا بھی کوئی حکم اور اشارہ نہ تھا۔ اس لیے آپ نے اس امر تکوینی کو تو دل میں مخفی رکھا اور تشریعی طور پر زید کو یہ مشورہ دیتے رہے کہ زینب کو طلاق نہ دینا اس لیے کہ شریعت کا حکم یہی ہے کہ شوہر کو یہی مشورہ دیا جائے کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دو اور بیوی کی بے اعتنائی اور چیرہ دستی پر صبر کرو اگر کسی کو بذریعہ وحی اور الہام یہ معلوم ہوجائے کہ تکوینی طور پر آیندہ چل کر یہ ماجرا پیش آنے والا ہے اور قضاء وقدر میں یہ مقدر ہو چکا ہے تو فی الحال تشریعی حکم کا اتباع کرنا ہوگا۔ قضاء وقدر اپنے وقت پر خود ظاہر ہو جائے گی۔

آخر کار ایک دن زید نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تنگ آکر زینب کو طلاق دیدی ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ہی کو حکم دیا کہ تم خود جا کر زینب سے میرے نکاح کا پیغام دو (تاکہ یہ امر خوب واضح ہوجائے کہ یہ جو کچھ ہوا وہ زید کی رضامندی سے ہوا ہے) حضرت زید آپ کے نکاح کا پیغام لے کر زینب کے گھر گئے اور دروازہ کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوئے (حالانکہ حجاب اور پردہ کا حکم ابھی نازل نہ ہوا تھا۔ مگر یہ ان کا کمال ورع اور کمال تقویٰ تھا) اور کہا اے زینب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ حضرت زینب نے فی البدیہہ جواب دیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتی جب تک میں اپنے پروردگار عزوجل سے مشورہ یعنی استخارہ نہ کرلوں۔ اسی وقت اٹھیں اور گھر میں جو ایک جگہ مسجد کے نام سے عبادت کے لیے مخصوص کر رکھی تھی وہاں جا کر مشغول استخارہ ہوگئیں۔

چونکہ حضرت نے اس بارہ میں کسی مخلوق سے مشورہ نہیں کیا بلکہ خدائے عزوجل سے مشورہ چاہا اور اسی سے خیر طلب کی کیونکہ وہی اہل ایمان کا ولی ہے اس لیے خدائے عزوجل نے اپنی خاص ولایت سے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا۔

آسمانوں میں تو اعلان ہو ہی گیا۔ اب ضرورت ہوئی کہ زمین پر بھی اس کا اعلان ہو چنانچہ جبریل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب۔آیت نمبر:۳۷)

''پس جب زید زینب سے اپنی حاجت پوری کر چکے اور ان کو طلاق دیدی تو اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے زینب کا نکاح تم سے کر دیا۔''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب کے گھر تشریف لے گئے اور بلا اذن داخل ہوئے (رواہ مسلم واحمد والنسائی) فتح الباری ص:۴۰۰، ج۸ کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْهِ الآیة (زرقانی ج۳، ص:۲۴۵)

ایک روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ یہ آیتیں نازل ہوئیں جب وحی کا نزول ہو چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کون ہے کہ جو جا کر زینب کو بشارت سنائے اور اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِ الیٰ آخرہ اخیر تک یہ آیتیں آپ نے ہم پر تلاوت فرمائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیتیں تلاوت فرما چکے تو مجھ کو یہ خیال آیا کہ حضرت زینب میں جمال تو تھا ہی اب وہ اس بات پر بھی فخر کریں گی کہ ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا۔(الاصابہ، ج:۴، ص۳۱۳)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے یہاں جانے سے پیشتر قاصد کے ذریعے سے حضرت زینب کو اطلاع کرادی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نکاح کے بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں چنانچہ جس وقت حضرت زینب کو یہ خبر پہنچی تو سجدۂ شکر کیا۔کمارواہ ابن سعد عن ابن عباس بسندِ ضعیف (الاصابہ، ج۴، ص۳۱۳)

چونکہ حضرت زینب کو اس حکم زبانی اور وحی آسمانی کی خبر پہنچ چکی تھی اس لیے اس اطلاع کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان میں بغیر اذن کے داخل ہوئے کیونکہ زَوَّجْنٰكَهَا نکاح آسمانی کا یہ اعلان اور حضرت کا اطلاع کے بعد قولاً اور عملاً اس کو قبول کر لینا اور سجدۂ شکر بجالانا اور پیغام نکاح حضرت زید کے ذریعہ پہلے ہی جا چکا تھا۔یہ رسمی نکاح سے بڑھ کر نکاح ہے گھر میں داخل ہونے کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے چونکہ حضرت زینب کا اصلی نام بَرّہ تھا، تو یہی کہا کہ میرا نام بَرّہ ہے آپ نے بجائے بَرّہ کے زینب نام تجویز کیا۔(استیعاب لابن عبدالبر، ترجمہ: زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا)

اس واقعہ کے بعد منافقین نے زبان طعن دراز کی اور کہنے لگے کہ پیغمبر ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ بیٹوں کی عورتوں سے نکاح حرام ہے اور دوسری طرف خود ہی اپنے بیٹے کی عورت سے نکاح کر لیا۔اللہ تعالیٰ نے ان بد باطنوں کے جواب میں ارشاد فرمایا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (الاحزاب، آیت ۴۰) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں کسی کو ان کا بیٹا نہ جانو ہاں وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس لحاظ سے وہ سب کے روحانی باپ ہیں اور سب اُن کے روحانی بیٹے ہیں اور وہ آخری نبی

ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا قصہ محققین کے نزدیک اسی طرح ہے جس طرح ہم نے نقل کیا اور مخالفین اسلام اور بے دینوں نے جو یہ مشہور کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر زینب پر پڑ گئی اور آپ کا دل ان کی طرف مائل ہو گیا اور یہ فرمایا **سبحان اللّٰہ مقلب القلوب** اور **تخفی فی نفسک** سے دل میں زینب کی محبت کا چھپانا مراد ہے۔ سو یہ قصہ منافقین کا کذب اور افتراء ہے۔ اہل ایمان کو ہرگز ہرگز اس پر یقین نہ کرنا چاہیے۔ یہ قصہ ملاحدہ اور زنادقہ کے مفتریات اور مخترعات میں سے ہے جس کی کوئی سند نہیں جمہور مفسرین نے اس قصہ کا موضوع اور کذب اور افتراء ہونا بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں کہ یہ قصہ بالکل بے اصل اور بے سند ہے خلاف عقل بھی ہے۔ اس لیے کہ زینب آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں لڑکپن سے آپ کے سامنے ہوتی تھیں اور بارہا آپ نے ان کو دیکھا تھا۔ آپ سے کوئی پردہ نہ تھا اور نہ پردہ کا حکم اب تک نازل ہوا تھا اور حضرت زینب شادی کے بعد بھی آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں اور آپ کے سامنے آتی تھیں تو کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو زید سے نکاح کے بعد ہی پہلی بار دیکھا تھا اور اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اگر آپ کو ان کا حسن و جمال پسند تھا تو پہلے ہی زید سے کیوں نکاح کر دیا جس پر خود زینب اور ان کے ورثہ اور اولیاء بمشکل راضی ہوئے آپ نے خود ہی کیوں نہ ان سے نکاح کر لیا ان کے اعزاء اور اقارب آپ سے نکاح کو بڑی خوشی کے ساتھ منظور کرتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نزاہت نظر وطہارتِ بصر:

نیز عقل اور نقل سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ کا نبی معصوم ہوتا ہے اس کی بصر اور اس کی نظر طاہر اور مطہر اور پاک اور منزہ ہوتی ہے۔

فتح مکہ کے دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کا خون بہانا مباح فرمایا اور کہا کہ اگر یہ لوگ غلافِ کعبہ کو بھی پکڑیں تو ان کو نہ چھوڑنا اور قتل کر ڈالنا۔ انھی لوگوں میں سے ایک عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کا ہاتھ پکڑ کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے اور بار بار عرض کیا کہ آپ ان سے بیعت لے لیں یعنی ان کا قصور معاف کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے آخر بڑے اصرار الحاح کے بعد ان کی بیعت قبول کر لی پھر مجمع کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میں اس لیے خاموش رہا کہ تم میں سے کوئی شخص اٹھ کر عبداللہ کی گردن مار دے کسی انصاری نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے آنکھ سے اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا **مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَن یَّکُوْنَ لَهٗ خَائِنَةُ الاَعْیَن.** یعنی کسی پیغمبر کے لیے یہ زیبا نہیں کہ اس کی آنکھ سے کوئی خیانت سرزد ہو۔ **کما قال تعالیٰ یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور** معلوم ہوا کہ نبی کی آنکھ خیانت سے پاک اور منزہ ہوتی

ہے۔ جس طرح اللہ کا نبی معصوم ہوتا ہے اسی طرح اس کی آنکھ بھی معصوم ہوتی ہے نیز قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ غض بصر یعنی نامشروع چیز کے دیکھنے سے نگاہ کو نیچی رکھنا ایمان کے متقضیات میں سے ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اول المؤمنین ہیں جس طرح تمام عالم کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتو ہے اسی طرح تمام عالم کی نگاہوں کی عفت اور حیا اسی ذاتِ قدسی صفات کی عصمت مآب اور نزاہت جناب کی نزاہتِ نظر اور طہارتِ بصر کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتو ہے۔

نیز آپ کا نفس قدسی صفات اور مَلَکی سمات تھا ہوائے نفسانی سے پاک اور منزہ تھا اور آپ کا ہمزاد یعنی شیطان جو ہر شخص کے ہمراہ رہتا ہے وہ آپ کا مُسخر اور منقاد اور جبراً وقہراً مسلمان یعنی آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن چکا تھا۔ سوائے خیر کے کسی جانب اس کو میلان کی قدرت ہی نہ رہی تھی۔

آیت وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَ تَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ کی تفسیر

ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ بد باطنوں کا یہ کہنا کہ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ سے زینب کی محبت کا دل میں چھپانا مراد ہے۔ بالکل غلط ہے اور سرتاپا دروغ بے فروغ ہے۔ بلکہ صحیح معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی کے یہ بتلایا تھا کہ زید کے طلاق دینے کے بعد زینب آپ کے نکاح میں آئے گی پس جو چیز آپ دل میں چھپائے ہوئے تھے وہ یہی نکاح کی پیشین گوئی تھی جس کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے ”زَوَّجْنٰکَھَا“ سے ظاہر فرمادیا اور تخشی الناس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس کے اظہار سے شرماتے تھے کہ کسی کو یہ حکم دیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ خشیت سے مراد شرمانا ہے یا ڈرنا ہے اور ڈر اس بات کا تھا کہ منافقین زبانِ طعن دراز کریں گے یا لوگ بدگمانی کر کے اپنی عاقبت خراب کردینگے اور اس آیت کے یہ معنی امام زین العابدین اور سدی سے مروی ہیں اور حکیم ترمذی نے اس روایت کی تحسین میں اطناب (تطویل فرمایا ہے۔ اور اسی کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری تفسیر سورۃ الاحزاب میں اختیار فرمایا۔ امام قرطبی اپنی تفسیر میں امام زین العابدین کے قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

قال علمائنا رحمته اللّٰہ علیہ وھذا القول احسن ماقیل فی ھٰذہ الأیة وھو الذی علیہ اھل التحقیق من المفسرین والعلماء الراسخین کالزھری والقاضی بکر بن العلاء القشیری والقاضی ابی بکر بن العربی وغیرھم الخ تفسیر قرطبی نفسیر سورۃ الاحزاب.

ترجمہ: ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ آیت کی تفسیر میں سب سے بہتر قول یہی ہے کہ جو کہا گیا۔ اور محققین مفسرین اور علمائے راسخین جیسے امام زہری اور قاضی ابوبکر بن عربی وغیرہم سب کا یہی قول ہے جو ہم نے بیان کیا۔

(تفسیر قرطبی۔ ج:۱۴ص:۱۹۰)

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

مُسَیلَمہ کذاب سے ٹکرّ

مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے منافقین اور تمام اسلام دشمن عناصر اس کے ساتھ ہیں۔ بنو حنیفہ اس کے حامی و مددگار ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے اور ۱۱ ہجری کے دن! [۱]

مسیلمہ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو منافقین نے اسے ابھارا۔ سب کہتے پھرتے کہ (مسیلمہ چاہے جھوٹا ہو ہمارا آدمی ہے۔ کیوں نہ ہم اپنے آدمی کو نبی مان لیں!) عصبیت نے رنگ دکھلایا مسلمانوں کے دشمن سر جوڑ کر بیٹھے اور یوں دیکھتے دیکھتے ایک بہت بڑا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اس فتنے کو ہوا دینے والا بنو حنیفہ کا ایک شخص تھا نَہار ُالرجال! وہ بڑے عرصہ تک مدینہ میں رہا تھا [۲]۔ اصحابِ صفہ کے ساتھ اٹھا بیٹھا تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدابِ مجلس دیکھے تھے۔ جب وہ یمامہ پہنچا تو مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا [۳]۔ یہ ایک ہی کائیاں تھا دیکھا مسیلمہ مال و دولت میں کھیل رہا ہے تو خود بھی اس کا شریک کار بن گیا۔ لوگوں سے کہتا پھرتا کہ میں بہت زمانہ تک مدینے میں رہا ہوں مجھے معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو نبوت میں شریک کیا ہے۔ دھوکے کا یہ کاروبار خوب پھیلا۔ بہت جلد مسیلمہ نے رجال کو اپنا مشیر خاص بنالیا اور دونوں نے مل کر سارے بنو حنیفہ کو اپنی طرف کرلیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا فتنہ بڑھ رہا ہے تو حضرت عکرمہ کو حکم دیا کہ مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے جاؤ لیکن انتظار کرلینا کہ شُرَحْبِیْل بن حَسَنَہ کچھ مجاہدوں کو لے کر تم سے آملیں۔ پھر دشمن پر چڑھ دوڑنا۔ حضرت عکرمہ اس فتنے کو کچلنے کے لیے بیتاب تھے۔ منزلوں پر منزلیں مارتے اس کے سر پر جا دھمکے دشمن کو مقابل دیکھا اور حضرت شُرحبیل کے آنے میں دیر ہوئی تو نہ جانے کیا حالات ہوئے کہ رک نہ سکے دشمن پر چڑھ دوڑے۔ اُدھر پوری تیاریاں تھیں۔ مسلمانوں کا حملہ بیکار گیا۔ یہ سن کر شُرحبیل راستے ہی میں رک گئے۔ اتنے میں دربارِ خلافت سے بھی حکم آ گیا کہ جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ خالد بن ولید تمہاری مدد کو لشکر لے کر آتے ہیں۔

مسیلمہ کو خبر پہنچ گئی کہ خالد آرہے ہیں تو اس نے سوچا کہ خالد کے آنے سے پہلے ہی شُرحبیل سے نپٹ لینا چاہیے تاکہ مسلمانوں کا حوصلہ گر جائے۔ چنانچہ آگے بڑھ کر ان پر حملہ آور ہوا اور اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔

حضرت خالد بنی تمیم کی مہم سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دربارِ خلافت کا حکم ملا کہ سیدھے یمامہ جاؤ اور مسیلمہ کے فتنے کو مٹاؤ!

یمامہ کی آخری بستی عقرباء کے آگے وادی ریاض میں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں مسیلمہ کے پاس چالیس ہزار کا لشکر ہے[۴]۔ عام طور پر مشہور ہے کہ یہ بڑی تربیت یافتہ فوج ہے اوراس کے پاس خوب ساز وسامان ہے۔ عکرمہ اور شُرحبیل سے لڑکر مرتدوں کے حوصلے بلند ہوگئے ہیں[۵]۔ رجال اور مسیلمہ سمجھتے ہیں کہ یہ آخری داؤ ہے اس لیے ہر طرح تیار ہیں۔ دونوں حریف ایک دوسرے کو تول رہے ہیں، صفیں درست ہورہی ہیں رجز پڑھے جارہے ہیں کہ لیجیے لڑائی چھڑ گئی اور دونوں فوجیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں۔ امیر لشکر خالد آگے آگے ہیں زید[۶] بن خطاب سیدھے بازو کی فوج کولڑا رہے ہیں۔ بائیں بازو ابوحذیفہ کمان کررہے ہیں۔ شُرحبیل حضرت خالد کے ساتھ ہیں معرکہ بدر کے بہت سے جگردار بھی آئے ہیں۔ ایسے جلیل القدر صحابہ بھی موجود ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں برابر جنگوں میں حصہ لیا تھا۔

جوں جوں دن گذرتا گیا مقابلے کی شدت بھی بڑھتی گئی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کس کا پلہ بھاری رہے گا۔ اتنے میں مسیلمہ کا لڑکا آگے بڑھا۔ بنوحنیفہ کو مخاطب کرکے بولا کہ جواں مردو لڑو خوب لڑو آج عبرت کا دن ہے۔ اپنے نسب کو یاد کرو اور اپنی عورتوں کو بچاؤ۔

یہ سننا تھا کہ بنوحنیفہ بڑے جوش سے آگے بڑھے۔ محکم[۷] نے میمنے کو آگے بڑھایا رجال نے میسرے کو اور بنو حنیفہ نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹانا شروع کیا تو ان کے پڑاؤ تک بڑھ گئے۔ خیموں کی رسیاں کاٹ دیں چوب اکھاڑ دیئے، جو چیز سامنے آئی اسے تہس نہس کرکے رکھ دیا۔ رجال ہوا کے کندھوں پر اڑتا پھر رہا تھا۔ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ اسے دیکھ کر اس کے آدمیوں کے دل بڑھ رہے تھے حضرت زید بن خطاب نے دیکھا دشمن کے حوصلے بڑھے ہوئے ہیں تو انھوں نے سوچا اس وقت بچاؤ کی بہترین صورت یہی ہے کہ آگے بڑھ کر حملہ کیا جائے۔ میدان جنگ پر ایک نظر ڈالی۔ دیکھا رجال بڑھا چلا آرہا ہے تو اسے للکارا کہ او دشمن خدا! او مرتد!

رجال بولا......اب یہی میرے بھائی بند ہیں

زید نے کہا......اب بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرلے!

رجال نے جواب دیا......اب تو انھیں کے ساتھ میرا مرنا جینا ہے۔

رجال نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے تیور دیکھ لیے تھے۔ ہندی ساخت کی تلوار ہاتھ میں تھی۔ اس کا نرم فولادی بھل چمکایا کہ زید دیکھ لیں وہ آب وہ جلا تھی کہ آئینہ سا چمکتا تھا۔ زید خطاب کے بیٹے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے! فرمایا کہ اپنی تلوار کی آب دکھاتا ہے۔ میری جراتِ ایمانی کی آب وتاب دیکھ!

دونوں سنبھلے آگے بڑھے انھوں نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم [۸] کا نعرہ بلند کیا۔ دونوں کی تلواریں اٹھیں دونوں تڑپیں لیکن خاک وخون میں تڑپنا رجال کا مقدر تھا

ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ!

بنوحنیفہ نے دیکھا ان کا وزیر امیر اور مشیر مارا گیا [۹] تو بے قابو ہوگئے۔ آندھی کے تیز وتند جھکڑ چل رہے تھے۔ میدان جنگ گرد وغبار سے اٹ گیا تھا [۱۰]۔ مسلمان سرداروں نے آپس میں مشورہ کرنا چاہا۔ زید چلائے کہ کوئی مشورہ نہیں ہوگا۔ کوئی گفتگو نہیں! یہ وقت ہے کہ دشمن پر پل پڑو اور بڑھتے چلے جاؤ۔ اب میں یا تو دشمن کو مار بھگاؤں گا یا پھر بارگاہِ رب العزت میں پہنچ کر اس جنگ کا حال سناؤں گا۔

یہ کہہ کر وہ میدان جنگ کی طرف یوں چلے جیسے کمان سے تیر بے خطا نشانہ بے خوف تیور یا محمد کا ورد زبان پر معلوم ہوتا تھا آدمی نہیں کوئی خدائی طاقت ہے جو دشمنوں پر ٹوٹ پڑی ہے جس نے انھیں دیکھا سہم کے راستے سے ہٹ گیا۔ وہ بڑھتے رہے اور ان کے ساتھ ساتھ اسلامی لشکر بھی بڑھتا رہا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، ابودجانہ رضی اللہ عنہ، ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، براء بن مالک رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی اپنی جگہ دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ دشمن میدان چھوڑ [۱۱] بھاگا۔

جنگ ختم ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمر میدان کارزار سے مدینہ واپس پہنچے۔ باپ سے عرض کیا کہ چچا شہید ہوئے!

لختِ جگر میدان سے لوٹا تھا۔ باپ نے بیٹے کو گلے نہیں لگایا۔ کچھ پوچھا تو صرف اتنا کہ زید شہید ہوئے اور تم نے یہ سعادت حاصل نہ کی!

حضرت عبداللہ بولے کہ...... اسی تمنا میں لڑتا رہا لیکن قدرت شاید کچھ اور امتحان لینا چاہتی ہے [۱۲]

کوئی سچے تو یہ الفاظ کس کی زبان سے نکل رہے تھے! باپ بیٹے کی گفتگو تھی یا ایمان انسانی پیکروں میں ڈھل کر خود آپ بول رہا تھا۔

بڑا ہی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے!

حواشی

[۱] مطابق ۳۳-۶۳۲ء [۲] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کو جو خطوط لکھے تھے اس زمانے میں وہ ہوذہ بن علی سردار یمامہ کا سفیر خصوصی بن کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا اور ایمان کی سعادت سے بہرہ ور ہوکر عرصے تک مدینے میں رہا۔ (البدایہ

والنہایہ جلد ششم، ۲۵۔۳۱۶)۔مسیلمہ الحجر میں ہوذہ کا نائب سلطنت تھا۔[۳] حکومت سعودی عرب کے مستقر ریاض کے قریب ہی یمامہ کا صدر مقام الحجر واقع تھا۔بنوحنیفہ کے بعد بنوبکر بڑی تعداد میں یہاں آباد ہوگئے۔اس دور کی یادگار عمارتوں میں پتھر کے مینار مسلمانوں کی یہاں آمد کے وقت باقی تھے۔قلقشندی (صبح الاعشیٰ نمبر۱۳، صفحہ:۱۶)۔یمامہ کا علاقہ غلے کی پیداوار اور کھجور کی فصلوں کے لیے مشہور تھا اسلحہ جنگ میں یہاں کے تیر بڑے اچھے ہوتے تھے۔یمایہ ہی کو جوّ بھی کہتے ہیں۔آلوسی (بلوغ الارب جلد سوم ص ۱۶۵ مطبولاہور)۔ہوذہ نے نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا لیکن ایمان لانے کے لیے ایک شرط مقرر کی کہ اسے بھی حکومت میں حصہ دیا جائے اور شہروں کا والی بنایا جائے۔ظاہر ہے کہ ایسی لغو درخواست کو رد کر دیا گیا۔حجر یمامہ اور حجر مدائن صالح الگ الگ بستیاں تھیں۔[۴] ابن خلدون ابن اثیر۔طبری۔[۵] عکرمہ کی جلد بازی اور شکست پر خلیفۃ المسلمین نے لکھا کہ: مادر عکرمہ کے فرزند! میں ہرگز تمہاری صورت نہ دیکھوں گا اور نہ تم میری صورت دیکھو گے۔یہاں لوٹ کر مت آنا ورنہ لوگوں کے حوصلے پست ہوں گے۔سیدھے حذیفہ اور عرفجہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ عمان اور مہدہ کے مرتد عربوں سے لڑو۔اگر وہ جنگ میں مشغول ہوں تو آگے بڑھ جاؤ۔طبری (سیف بن عمرو۔خلافت راشدہ) خورشید احمد (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط مکتوب نمبر ۷، صفحہ ۲۳۔مطبوعہ دہلی ۱۹۶۰ء)[۶] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے والدہ کا نام اسماء تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی تھے اور عمر میں ان سے بڑے تھے دونوں بھائیوں میں بڑی الفت تھی ہجرت کے پہلے قافلے کے ساتھ مدینے پہنچے بدری صحابہ میں شامل ہیں جرأ کا یہ عالم تھا کہ ننگے بدن میدان جہاد میں کود پڑے تھے، احد میں اسی طرح لڑتے رہے بھائی نے پوچھا تو بولے، شہادت کی تمنا ہے اور کوئی بات نہیں۔عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مہموں میں شامل رہے۔حجۃ الوداع میں بھی حاضر تھے۔قد بھائی کی طرح اونچا تھا اور رنگ گندم گوں۔[۷] محکم بن طفیل۔[۸] خاص اس لڑائی کا نعرۂ جنگ۔[۹] جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی تھی کہ وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا جائیگا (استیعاب جلد نمبر ۱)[۱۰] مسیلمہ سے لڑائی تاریخ اسلام کی اہم ترین لڑائیوں میں سے ایک ہے یہ ختم نبوت کے خلاف سب سے زیادہ منظّم سازش تھی۔مسیلمہ نے کہنے کو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا تھا۔طبری نے لکھا ہے اس کے ماننے والے جو اذان دیتے تھے اس میں اَشْہَدُ ان محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ بھی موجود تھے تاکہ سیاسی ایچ پیچ سے ناواقف مسلمانوں کی ہمدردیاں اس کے ساتھ رہیں۔جو شوشہ اس نے چھوڑا تھا وہ یہ تھا کہ میں نبوت میں ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔اسے صحابہ کرام نے متفقہ طور پر ارتداد قرار دیا۔یہی وجہ ہے کہ یمامہ کے اسیران جنگ کو مشرکین کی طرح غلام بنایا گیا ورنہ مسلمان باغی کیا ذمی بھی بندی میں پکڑے جائیں تو غلام نہیں بنائے جاتے جناب محمد بن حنیفہ کی والدہ بنوحنیف ہی میں سے تھیں۔یمامہ کی لڑائی میں وہ بندی میں پکڑی گئی تھیں۔[۱۱] جنگ یمامہ میں مارے جانے کے وقت مسیلمہ کی عمر ایک سو پچاس برس کی تھی۔وہ حضرت عبدالمطلب کی عمر کا تھا اس کے پیرو ایک لاکھ تھے [۱۲] سہیل (تاریخ طبری) ابن اثیر (تاریخ کامل۔دورِ صدیقی)

(ماخود: رزم حق وباطل)

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

اسلام اور اہل ایمان کی برتری

نبی کے یاروں کے کیا ہی کہنے عظیم تر ہے مقام ان کا
فلک سے اونچا، سحر سے اُجلا، قمر سے روشن ہے نام ان کا

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتویں پشت میں دادا مُرَّہ کے دو بھائی عدی اور ہُصَیص ہیں۔ عدی خاندان میں سیدنا فاروق اعظم اُمّ المؤمنین سیدہ حفصہ، سیدنا سعید بن زید بن عمرو اور سیدنا زید بن خطاب رضی اللہ عنہم جیسی معروف ہستیاں ہیں۔ بنی مُرَّہ میں بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بنی مرہ کی ذیلی شاخ بنی تیم میں ثانی رسول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق، بنت صدیق ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، شیخ الصحابہ سیدنا ابوقحافہ رضی اللہ عنہم اور ان کی چار چار پشت صحابی اولادیں اور بنی مرہ کی دوسری اہم شاخ بنی عبد مناف کی ذیلی شاخوں اموی و ہاشمی میں سیدنا ابوسفیان بن حرب ان کے بیٹے معاویہ، سیدنا یزید بن ابی سفیان، ام المومنین سیدہ رملہ ام حبیبہ کے علاوہ سیدنا حمزہ، سیدنا جعفر طیار، سیدنا علی و عقیل ابنائے ابی طالب، سیدنا ابوسفیان مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب، سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان مذکورہ خاندانوں میں اور بھی بڑے بڑے اصحاب رسول ہیں۔ مرہ کے تیسرے بھائی ر ہُصَیص ہیں جن کے دو نام وَر پوتے ہوئے۔ سہم بن عمرو بن ہُصَیص اور جُمح بن عمرو بن ہُصَیص۔ یہ دونوں دو بڑے قبیلوں کے مورث ہوئے۔ سابقون الاوّلون میں سے سیدنا عثمان بن مظعون جُمحی کے پوتے کے پڑپوتے ہیں۔ جبکہ سہم بن عمرو کے پوتے کے پڑپوتے عرب کے مشہور عقیل وفہیم لوگوں میں سے فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص ہیں (رضی اللہ عنہم)۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد سعید میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر کو فتح کیا۔ وہ یہاں امیر عسا کر بھی تھے۔ اپنے عہد خلافت میں حضرت امیر معاویہ نے ان کے بھانجے بہادر سالار صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عقبہ بن نافع بن عبدالقیس فہری قرشی رضی اللہ عنہ کو افریقہ میں جہادی مہمات کا سالار اعلیٰ مقرر کیا۔ یہ ۴۳ھ کی بات ہے۔ (بعض روایات میں ۴۸ھ آیا ہے)

خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ گزرا۔ عقبہ بن نافع اپنی جہادی اسلامی مہمات میں مصروف رہے۔ حتیٰ کہ یزید بن معاویہ کے دور میں انھوں نے مراکش اور اس کے مغربی جزیرے بھی فتح کر لیے۔ یہیں پر وہ مشہور واقعہ ہوا کہ انھوں نے جزائر مراکش کے سمندر بحر اوقیانوس میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بہ آواز بلند بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہوئے کہ یا اللہ تیری زمین ہی ختم ہوگئی اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آگے بھی کہیں ابنائے آدم علیہ

السلام بستے ہیں تو میں وہاں بھی تیرا نام بلند کرنے پہنچ جاتا۔ اسی منظر کو علامہ اقبال نے یوں الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے　　　بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

قریبی علاقہ تونس (قیروان) میں حضرت عقبہ بن نافع کو جب مجاہدین کی چھاؤنی بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اپنے لشکر میں موجود ۱۸ر اصحابِ رسول مجاہدین کو الگ کر کے ان کے ہمراہ بارگاہِ رب العزت میں دعا کی۔ دعا کے بعد جنگلی جانوروں کو آواز دیتے ہوئے فرمایا: اے جنگل کے باسیو، شیر و چیتو اور دیگر جانورو، ہم اصحاب رسول ہیں، مجاہدین اسلام ہیں مجاہدین یہاں اپنی رہائش کے لیے چھاؤنی بنانا چاہتے ہیں۔ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ آج رات میں سب یہاں سے نکل جاؤ۔ اگر صبح کسی کو ہم نے یہاں موجود پایا تو اسے قتل کر دیں گے۔ مقامی لوگوں نے عجیب منظر دیکھا کہ تمام جنگلی جانور شیر چیتے بھیڑیے سانپ بچھو سب کے سب اپنے اپنے بچوں کو ساتھ لے کر بھاگے جا رہے تھے۔ مجاہد صحابہ کی یہ کرامت دیکھ کر سیکڑوں مقامی لوگ بے دھڑک اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی فتوحات جاری تھیں۔ نو مسلم بربری سردار کسیلہ نے غداری کی، مرتد ہو گیا۔ ۶۳ھ/۶۸۳ء میں حضرت عقبہ بن نافع نے اس کے خلاف لڑائی لڑتے ہوئے ۳۰۰ مجاہدوں کے ہمراہ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ جس جگہ ان کی تدفین ہوئی لوگوں نے اسے سیّدی عُقبہ کا یادگار نام دیا جو آج بھی اسی نام سے معروف ہے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی فوج کا ہراوّل دستہ ایک اور مجاہد صحابی زُہیر بن قیس البلَوی کی قیادت میں تھا۔ اپنے کمانڈر عقبہ بن نافع کی شہادت کے بعد انھوں نے مجاہدین کی کمان سنبھالی۔ ۶۸۳ء میں بربر سردار کسیلہ نے قیروان پر قبضہ کیا تھا۔ زُہیر بن قیس نے مختلف مہمات کے ذریعے ۶۸۹ء میں اس کو شکست فاش دی۔ امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے حضرت عقبہ بن نافع کے بعد حضرت زُہیر بن قیس کو لشکر کشی کر کے جہاد جاری رکھنے کا حکم دیا تھا۔ انہی کے حکم پر حضرت زُہیر نے بھرپور حملہ کیا تھا۔ کسیلہ کی بیشتر فوج ماری گئی تھی خود وہ بھی مقتول ہوا تھا۔ تاہم اس جنگ سے واپسی پر ۶۹۰ء پر حضرت زُہیر بن قیس بلوی کو سسلی کی طرف سے ہرقہ پر چڑھ آنے والے رومیوں کے حملے کا سامنا کرنا پڑا۔ اس جنگ میں وہ شہادت کے عالی مرتبہ پر سرفراز ہوئے۔ درنا نامی جگہ لیبیا میں ان کی مرقد مقدس ہے۔ ساتھ ہی ایک مسجد ہے جو شاید انہی کی صحابیت کے اظہار کے طور پر "مسجد صحابہ" کہلاتی ہے۔ حضرت زُہیر نے افریقہ میں مثالی امن قائم فرمایا تھا۔ وہ ۷۱ھ میں شہید ہوئے آج ۱۴۳۶ھ چل رہا ہے۔

تین برس قبل لیبیا امریکہ جنگ میں کسی بدطینت نے ان کی ضریح مقدس پر ٹائم بم نصب کر دیا۔ ۹ر جولائی ۲۰۱۲ کی صبح ۷ر بجے پھٹ گیا۔ مقبرہ سارا گر گیا، شہید فی سبیل اللہ کی پیشانی پر دائیں جانب زخم آیا۔ خون کے فوارے پھوٹ پڑے جبکہ ان کو دفن ہوئے ۱۳۶۵ قمری سال گزر چکے ہیں۔ منظر آج بھی انٹرنیٹ پر قارئین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اس سے پہلے ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ عراق میں مدفون حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت جابر بن عبداللہ نے کسی اللہ کے بندے کو خواب میں آ کر حکم دیا تھا کہ ہماری قبروں میں پانی رِس رہا ہے ہمارے اجسادِ خاکی کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے۔ دونوں قبروں کو ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھ کر کھولا گیا تو واقعی دریا کا پانی اندر رِسنے لگا تھا۔ دونوں اصحابِ رسول کو نہایت ادب واحترام کے ساتھ دوسری جگہ سلمان پاک میں دفن کر دیا گیا تھا۔ اور پیچھے چلیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی سیرابی کے لیے نہر بنوائی تھی سیرۃ وتواریخ کی کتابوں میں موجود ہے کہ شہداء احد کے مبارک اقدام زد میں آئے تھے خون جاری ہو گیا تھا اس پر نہر پیچھے ہٹا کر بنادی گئی تھی۔ اور یہ تو کل کی بات ہے۔ امریکی دہشت گرد فوجی افغانی طالبان شہیدوں کے مقتول جسموں کی خوشبو پر حیران تھے اور مزید اس بات پر حیرت زدہ تھے کہ کئی کئی دن طالبان شہداء کی لاشیں دفن نہ ہونے کے باوجود تر وتازہ تھیں۔ ان میں کسی قسم کا کوئی تغیر رونما نہ ہوا تھا۔

جبکہ امریکی اور نیٹو مقتولوں کی لاشوں کی بدبو کھڑا ہونے نہیں دے رہی تھی۔ کیا یہ سب حقائق اسلام، جہاد، شہادت اور اہل ایمان کی آئندہ برزخی واخروی زندگی ان کی خیر وبرتری کی دلیل نہیں؟ اہل فکر کے لیے دعوت عام ہے!

(ماخذ کتب حدیث واسماء الرجال۔ اٹلس فتوحات اسلامیہ)

HARIS 1

ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر
حارث ون
Dawlance
061 -4573511
0333-6126856
نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک وپرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے منسوب گورنر مصر کے نام جعلی خط

گورنر مصر کے نام لکھا گیا مفروضہ خط حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر نہ صرف سنگین ترین الزام ہے بلکہ اس کے ردِعمل میں کوفہ، بصرہ اور اور مصر کے بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا دوبارہ محاصرہ کرنے کے علاوہ ان کے خون سے اپنے ہاتھ بھی رنگین کیے، اس خط کا اس قدر چرچا کیا گیا کہ بعض ممتاز علماءِ اہل سنت بھی اس جعلی اور فرضی خط کو ”اصلی وحقیقی“ تصور کر بیٹھے۔

چنانچہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”غرض مروان کے اندر حکومت کی طمع اور فتنہ پردازی اس قدر تھی کہ ٹھکانہ نہیں ہے۔ اسی نے حضرت محمد بن ابی بکر (یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف تین ماہ کے بچے تھے جبکہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت آٹھ سال تھی) کے لیے بجائے ”فاقبلوہ“ کے ”فاقتلوہ“ لکھ دیا تھا۔“ (انوار الباری، جلد: ۱۶، ص: ۳۳۷)

حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”اور اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک جھوٹا خط عامل مصر ابن ابی سرح کے نام لکھا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر بھی بغیر ان کی اجازت کے لگادی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے اونٹ پر ان کے ہی غلام یا کسی دوسرے کو بٹھا کر مصر کو خط روانہ کر دیا کہ جتنے لوگ مصر سے شکایات لے کر مدینہ آئے ہیں جب وہ مصر پہنچیں تو ان سب کو فلاں فلاں طریقہ پر قتل کر دینا وہ خط راستہ میں پکڑا گیا اور اس کو لے کر مصری وفد واپس آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: آپ نے ایسا خط لکھا ہے؟ انھوں نے حلف اٹھایا کہ میں نے ہرگز ایسا خط نہیں لکھا نہ میرے امر وعلم سے لکھا گیا۔ اس پر سارے بلوائیوں نے متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ یا تو مروان کو ہمارے سپرد کریں تاکہ ہم اس سے پوری تحقیق کر کے اس کا تدارک کرائیں یا آپ اپنے آپ کو معزول کر لیں۔ ورنہ تیسری صورت آخری یہ ہے کہ آپ خود شہید ہو جائیں گے“

[انوار الباری جلد ۱۷، ص ۱۹۲، ۱۹۳]

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”خط پہچانا گیا تو معلوم ہوا کہ مروان کا لکھا ہوا ہے۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو دینے سے انکار کر دیا۔ مروان ان کا قریبی رشتہ دار تھا ان کی مروت نے گوارا نہ کیا کہ مروان کو اپنے اختیار سے ایذاء پہنچائیں“۔

[خلفائے راشدینؓ، ص ۱۹۷]

ان دونوں اقتباسات کا تاثر یہ ہے کہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ اس سازش کے بلاشبہ مرتکب تھے۔ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے بقول حضرت مروان نے صرف محمد بن ابی بکر کے قتل کا حکم دیا تھا جبکہ حضرت مولانا بجنوری علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق یہ حکم صرف محمد بن ابی بکر تک منحصر نہ تھا بلکہ ان سمیت مصر کے باغی قافلے کے تمام ارکان کو قتل کرنے کی ہدایات بھی دی گئی تھیں۔ مزید برآں طریقۂ قتل بھی بتایا گیا۔ لیکن بزرگ بلوائیوں کے مطالبے کی قانونی اور شرعی حیثیت پر روشنی نہیں ڈالتے۔ کیا کسی ''ملزم'' کو ''تحقیق وتفتیش'' کے لیے سلطنت وخلافت کے باغیوں کے سپرد کیا جاسکتا ہے؟

قاضی ابوبکر ابن العربی لکھتے ہیں کہ:

''اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مروان کو ان کے سپرد کرتے تو آپ ظلم کرتے۔ اس کی صحیح صورت یہ تھی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مروان یا اور کسی پر مقدمہ دائر کرتے۔ اگر ان کا جرم ثابت ہو جاتا تو آپ حکم نافذ کرتے اور اس سے حق لیتے لیکن ایسا حق کوئی برآمد نہ ہوا۔'' [العواصم من القواصم، اردو، ص ۱۹۴، ۱۹۵]

اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے ہی گورنر مصر کے نام خط لکھا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے متفقہ مطالبے کو مسترد کر دیا تھا تو پھر سوال یہ ہے کہ جنگ جمل میں جب حضرت مروان رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سفارش پر انھیں رہا کیوں فرمایا تھا؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس ''خط'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''پھر مصریوں کا وفد خوش ہو کر واپس ہو گیا۔ پھر اس دوران میں کہ وہ ابھی راستہ ہی میں تھا تو دیکھا گیا کہ اونٹ سوار کبھی ان سے مل جاتا ہے کبھی جدا ہو جاتا ہے۔ پھر ان کی طرف لوٹ کر آتا ہے، پھر جدا ہو جاتا ہے اور ان کو گالیاں بھی دیتا ہے (ویسبھم) تو ان لوگوں نے اس سے کہا کہ یقیناً تیرا کوئی خاص کام ہے۔ بتا کہ تیرا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں امیر المومنین کا ایلچی ہوں اس کے مصر کے عامل کی طرف تو انھوں نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا ہوا ایک خط برآمد ہوا عامل مصر کے نام جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر لگی ہوئی تھی کہ وہ ان کو قتل کر دے یا ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹ دے۔ تو پھر ان لوگوں نے مدینہ کا رخ کیا یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: کیا تم نے اس دشمن خدا (عثمان رضی اللہ عنہ) کو نہیں دیکھا کہ اس نے ہمارے لیے ایسا اور ایسا حکم لکھا ہے۔ واللہ اب اس کا خون ہم پر حلال کر دیا گیا تو ہم اس کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں واللہ میں تمہارے ساتھ نہیں کھڑا ہوں گا تو انھوں نے کہا کہ پھر آپ نے ہمیں کیوں لکھا تھا؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم میں نے تمہیں کبھی کوئی خط نہیں لکھا۔ (راوی نے کہا کہ) یہ سن کر

ان کے بعض نے بعض کی طرف دیکھا کہ کیا اسی کے لیے تم قتال کرو گے؟ یا اسی کے لیے تم جماعت بنے ہو؟ اور علی رضی اللہ عنہ چل کھڑے ہوئے۔ پھر مدینہ سے ایک قریہ کی طرف نکل گئے۔

پھر یہ لوگ چلے کہ یہاں تک عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اوران سے کہا کہ تم نے ہمارے بارے میں ایسا اور ایسا لکھا۔ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اب تو صرف دو ہی باتیں ہیں کہ تم میرے مقابلہ پر دو گواہ مسلمانوں میں سے لاؤ یا میں قسم کھاؤں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ میں نے خود لکھا اور نہ املاء کرایا اور یہ بات تم جانتے ہو کہ خط دوسرے کی طرف سے (یعنی جعلی طور پر) لکھا جا سکتا ہے اور مہر بھی دوسری مہر کے مطابق بنائی جا سکتی ہے۔ اس پر انھوں نے ان سے کہا کہ خدا کی قسم: اللہ نے تمہارا خون حلال کر دیا اور انھوں نے وہ عہد و میثاق توڑ دیا۔''

[ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم جلد۳، ص۳۶۴، ۳۶۵]

خط میں بیان کردہ قاصد کی ڈرامہ بازی اور اداکاری کے جو مناظر سامنے آئے ہیں وہ خود اس خط کے جعلی اور نقلی ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔

بلوائیوں نے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جعلی خط لکھا وہیں انھوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بھی مختلف اطراف میں جعلی خطوط روانہ کیے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف جو باتیں گھڑی گئیں علامہ محمود آلوسی ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''کذب لاأصل لہ وھو من مفتریات ابن قتیبۃ و ابن اعثم الکوفی و السمساطی و کانوا مشھورین بالکذب و الافتراء.'' [تفسیر روح المعانی جلد۲۲، ص۱۱]

یہ سب جھوٹ ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن قتیبہ، ابن اعثم کوفی اور سمساطی جو مشہور کذاب اور مفتری تھے ان کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ سخت تعجب ہے کہ بلوائیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی قسموں پر یقین کر لیا کہ ہم نے آپ کی طرف کوئی خط نہیں لکھا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے میں نہ کوئی گواہی پیش کی اور نہ ہی ان کی قسم پر اعتبار کیا۔

خط میں افسانہ تو یہ تراشا گیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنر مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (خط میں نام کی تصریح موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: الطبری جلد۵، ص۱۲۰) کے نام اس مضمون کا خط ''**اذا جاء کم محمد بن بن ابی بکر فاقبلوہ**'' (اُو فاقتلوہ) لکھا یا لکھوایا تھا جبکہ خط میں گورنر کا نام ہی اس کے جعلی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے

کیونکہ گورنر موصوف مصر میں موجود ہی نہیں تھے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے مدینہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ان کے مصر سے چلے آنے کے بعد بلوائیوں کے زبردست حامی محمد بن ابی حذیفہ نے مصر کی حکومت پر قبضہ کرلیا تھا۔ ایسی صورت حال میں خلیفہ یا ان کا سیکرٹری گورنر مصر کے نام کیوں کر خط لکھ سکتے تھے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے گورنر کے نام خط میں محمد بن ابی بکر کے ''قتل'' کا حکم دیا تھا۔اس الزام کی تردید کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ہر وہ شخص جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر اور ان جیسے آدمیوں کے قتل کا حکم دینے والے نہیں تھے اور نہ ہی آپ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے باغیوں میں سے کسی کو قتل کیا ہو یا قتل کا حکم دیا ہو حالانکہ ان باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی کوشش کی (جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے) اور محمد بن ابی بکر بھی دوسرے باغیوں کے ہمراہ ان کے مکان میں گھس آئے تھے اور آپ بطور دفاع بھی ان باغیوں سے لڑنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ پھر غور کرو کہ آپ ایک ناکردہ گناہ آدمی کے قتل کا حکم کیسے دے سکتے تھے؟ یہ ناممکن ہے۔　　　　[منہاج السنۃ، الجزء الثالث ص ۱۸۸، طبع بیروت]

اس خط کے جعلی ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ:

اگر اس خط میں محمد بن ابی بکر کے قتل کا حکم ہوتا تو محمد بن ابی بکر کے لیے ایک مرتبہ اس کے اظہار کا ایک اچھا موقع ہاتھ آیا تھا مگر انھوں نے اس کا اشارتاً بھی ذکر نہ کیا۔

جب محمد بن ابی بکر دیگر بلوائیوں کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے ارادہ سے ان کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کی داڑھی سے پکڑ کر انھیں کھینچا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ جملہ ادا فرمایا کہ:

''اگر آج آپ کے والد زندہ ہوتے تو وہ آپ کے اس عمل پر کیا کہتے؟'' یہ سن کر محمد ابن ابی بکر پیچھے ہٹ گئے۔

اگر گورنر مصر کے نام خط میں محمد بن ابی بکر کے قتل کا حکم ہوتا تو وہ یقیناً اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دیتے کہ:

''اگر آج میرے والد زندہ ہوتے تو وہ میرے قتل کا حکم صادر کرنے پر آپ کو کیا کہتے؟'' محمد بن ابی بکر کا اس موقع پر پیچھے ہٹ جانا اور جواب نہ دینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ سارا قصہ بعد میں تراشا گیا یا پھر اس خط میں قتل وغیرہ کا کوئی حکم نہ تھا۔

خط کی کہانی سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ خط گورنر تک نہیں پہنچا بلکہ راستے میں ہی قاصد نے اپنے احمقانہ

اور مشکوک کردار و حرکات سے خود کو گرفتار کرا لیا۔ سوال یہ ہے کہ خط کھولنے والے کون لوگ تھے؟ کن حضرات کے سامنے کھولا گیا؟ مہر کس نے توڑی؟ کیا وہ فی الواقع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کی مہر تھی؟ کیا یہ وہ مہر تو نہ تھی جو ۳۰ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک کنوئیں میں گر گئی تھی اور تلاشی کے باوجود نہ مل سکی؟

اگر بالفرض اس خط میں ''فاقبلوہ'' کے بجائے ''فاقتلوہ'' کے الفاظ لکھے بھی گئے ہوں تو ان کے لکھنے والے حضرت مروان رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ یہ ''اضافہ'' ان لوگوں کا ہی ہو سکتا تھا جنھوں نے خط کھولا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں بلوائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے استفسار پر نہ ''گواہ'' پیش کر سکے اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا ''حلف'' تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ تاریخ میں ان دونوں حضرات کے ''حلف'' کی تصریح پائی جاتی ہے:

''وحلف عثمان علی ذالک ......فحلف مروان......''

[مقدمہ ابن خلدون۔ الفصل، الثلاثون فی ولایۃ العہدص ۲۱۵]

جعلی خط کی منصوبہ بندی عبداللہ بن سبا، اشتر نخعی اور حُکیم بن جبلہ نے کی تھی اور اس سے ان کا مقصد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حمایت حاصل کرنا تھا کہ جب ان کے علم میں یہ بات آئے گی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے بھائی کے قتل کا حکم جاری کیا تھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو جائیں گی۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خواہش کے عین مطابق اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سمجھانے پر بلوائی واپس اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو گئے اور فتنہ فرو ہو گیا تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ اس قسم کا خط لکھیں کیونکہ اس کا مقصد تو ایک نیا فتنہ کھڑا کرنا تھا جس میں ان حضرات کا نہ کوئی ذاتی مفاد تھا اور نہ ہی کوئی مصلحت۔

اس کے برعکس اس نئے فتنہ کے ساتھ بلوئیوں اور فتنہ پرور لوگوں کا مفاد وابستہ تھا جن میں اشتر نخعی اور حکیم بن جبلہ سر فہرست تھے۔ یہ دونوں حضرات اپنے شہروں کو واپس جانے کے بجائے اسی مقصد کے لیے مدینہ میں ہی ٹھہر گئے تھے (طبری، جلد ۵، ص ۱۲۰) اور بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جعلی خط تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

جن تاریخی روایات میں خط کی سازش کا انکشاف کے بعد ''مہر، اونٹ اور غلام'' کا تذکرہ پایا جاتا ہے تو یہ سب مرسل روایات ہیں۔ ان کے بیان کرنے والوں کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کون لوگ ہیں؟ یا پھر وہ لوگ ہیں جن کی امانت، عدالت اور صداقت میں طعن کیا گیا ہے نیز یہ روایات جھوٹی لغو اور باطل ہیں۔

پھر خط کے مضمون کے متعلق بھی روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

جب عبدالرحمٰن بن عدیس تمہارے پاس آئے تو اس کو سو کوڑے لگاؤ اور اس کا سر اور داڑھی مونڈھ دو اور اسے قید خانہ میں بند کر دو اور پھر میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو نیز عمرو بن حمق اور سودان بن حمران اور عروہ بن نباع سے بھی یہی سلوک کرو۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

جب محمد ابن ابی بکر اور فلاں فلاں آدمی تمہارے پاس آئیں تو ان کو قتل کر دو اور ان کے پاس جو حکم نامہ ہے اس کی پرواہ نہ کرو اور اپنے عہدہ پر قائم رہو جب تک میرا دوسرا حکم نہ پہنچے۔

جبکہ تیسری روایت کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ:

ان کو قتل کرو، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹو اور انھیں صلیب پر لٹکا دو، ایک ہی خط کے اضطراب سے بھرپور یہ مختلف مضامین خط کے جعلی ہونے کے لیے کافی ثبوت ہیں اس کے علاوہ یہ بات بھی خط کا جعلی ہونا ثابت کرتی ہے کہ:

مفسدوں، باغیوں اور بلوائیوں کے قافلے مختلف اطراف مشرق و مغرب میں جانے کی وجہ سے ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر تھے لیکن حیرت انگیز طور پر یہ سب قافلے جب مدینہ میں ایک ہی وقت پر پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:

اے کوفہ اور بصرہ والو! تمہیں کیسے معلوم ہوگیا کہ مصری لوگوں کو ایک خط ملا ہے حالانکہ تم کئی منزل دور جا چکے تھے اور پھر تم واپس بھی آ گئے اللہ کی قسم یہ پروگرام مدینہ میں مرتب ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اشارہ اشتر نخعی اور حکیم بن جبلہ کی طرف تھا جو مدینہ میں پیچھے رہ گئے تھے اور یہی وہ دو آدمی تھے جنھوں نے سازش تیار کی تھی۔

عراقی بلوائیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ:

اس معاملہ کو آپ جانے دیں ہمیں اس آدمی (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) کی ضرورت نہیں یہ ہم سے الگ ہو جائے۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ خط کا قصہ سب جھوٹا تھا اور ان کی سب سے پہلی اور آخری غرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا اور آپ کو قتل کرنا تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے حرام قرار دیا تھا۔

مؤرخ طبری لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بلوائیوں میں یہ سوال و جواب تمام روایتوں میں پایا جاتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے خط لکھا اور پھر بلوائیوں کو بھی خط لکھا کہ تم مدینہ واپس آ جاؤ۔ ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے ان بلوئیوں کی طرف بھی خط لکھا کہ تم مدینہ آ جاؤ۔

[ملاحظہ ہو: تاریخ الطبری جلد ۵، ص ۱۰۸]

سلیمان بن مہران (اعمش) کہتے ہیں کہ:

اے اس موجودہ دور کے مسلمانو! سن لو! جن مجرم ہاتھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نام سے جھوٹے خط لکھے ان ہی لوگوں نے یہ سارا منصوبہ تیار کیا تھا اور یہ سارا فساد بپا کیا تھا اور ان ہی لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے گورنر مصر کے نام ایسے وقت میں خط لکھا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ مصر میں ان کا اس وقت کوئی عامل نہیں ہے اور وہ جھوٹے خط جن قلموں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے لکھے ان ہی قلموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے بھی خط لکھے۔

یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ فتنہ پرور لوگ مدینہ واپس آجائیں حالانکہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے صحیح تسلیم کر کے واپس جا چکے تھے اور جو کچھ ان کے نام سے لکھا گیا وہ سب جھوٹ تھا اور امیر المومنین تو وہی کام کرتے تھے جو حق اور بھلائی پر مبنی ہوتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) جنھیں جنت کی بشارت سنائی گئی تھی ایسے آدمی نہ تھے کہ وہ ایسے جرائم کا ارتقاب کرتے جن کو سبائی لوگ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ ان کی نگاہ میں تو اسلام بھی مجرم تھا۔ اور وہ اسلامی نسلیں جن کو اب اپنی خالص اور صاف و پاک تاریخ محرف اور گدلی ہو کر ملی وہ اسی خبیث یہودی (ابن سبا) کا کارنامہ ہے اور پھر اس کے بعد اس کے کینہ پرور ساتھیوں کا جو خواہشات کے پیرو ہیں۔

کیا اسلامی نسلوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ وہ اپنی صحیح تاریخ اور اپنے بڑوں کی سیرت کو پہچانیں؟ بلکہ کیا اس دور میں لکھنے والے مؤلفین و مصنفین اور مقالہ نگاروں کے لیے وقت نہیں آیا کہ اللہ سے ڈریں اور بغیر تحقیق و تدقین کے نیک و پرہیزگار لوگوں کو متہم کرنے کی جرأت نہ کریں؟ تاکہ وہ بھی اس غلطی کے مرتکب نہ ہوں جس کے دوسرے مرتکب ہوئے ہیں۔ [العواصم من القواصم اردو، ص ۲۱۸، ۲۲۰]

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یہ خط ہی سراسر جعلی اور جھوٹ پر مبنی تھا جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ نیز ان باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے صرف یہی ایک منحوس و جعلی خط نہیں لکھا تھا بلکہ اسی طرح کے بہت سے خطوط حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نام سے بھی لکھے تھے جن کا ان حضرات نے صاف طور پر اسی وقت انکار کر دیا تھا۔

تعجب ہے کہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ، مولانا سید احمد رضا بجنوری اور مولانا عبدالشکور لکھنوی وغیرہم جیسے جبال علم نے بھی اس جعلی خط کو صحیح سمجھ کر حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو اس کا ذمہ دار سمجھ لیا کہ انھوں نے

”اذاجاء کم محمد بن ابی بکر فاقبلوہ“ کو ”اذا جاء کم محمد بن ابی بکر فاقتلوہ“ سے بدل دیا تھا۔

اگر خط میں ”فاقبلوہ/فاقتلوہ“ کے الفاظ پر ہی غور فرمالیا جائے تو کم از کم حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر اس قسم کا الزام لگانے سے تو بچ جاتے ہیں کیونکہ گورنر کی تقرری کا معاملہ کوئی پہلی مرتبہ تو عمل میں نہیں آرہا تھا بلکہ اس سے پہلے عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم خلافت شیخین رضی اللہ عنہما اور خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں بھی حسبِ ضرورت عمل میں آتا رہا کیا کسی ایک گورنر کی تقرری کے موقع پر بھی ”اذا جاء کم......فاقبلوہ“ کے الفاظ سے رعایا کو حکم دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر علی محمد، محمد الصلابی لکھتے ہیں کہ:

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ گورنروں کے انتخاب کے سلسلہ میں اہل شوریٰ سے مشورہ لینے اور گورنر نامزد کر دینے کے بعد ایک قرارداد تیار کرتے تھے۔ اکثر مؤرخین نے اسے ”معاہدہ تقرری“ کا نام دیا ہے۔ ہم مجازی طور پر اسے ”قراردادِ خلافت“ کا نام دے سکتے ہیں۔

افسران و گورنران کی تقرری کے وقت آپ کے تیار کردہ حلف نامے کی متعدد عبارتیں تاریخی کتابوں میں ملتی ہیں البتہ جس بات پر تقریباً تمام مؤرخین متفق نظر آتے ہیں وہ یہ ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی کو افسر یا گورنر مقرر کرتے تو مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو گواہ بناتے اور عہد یداروں سے قرارداد میں درج کردہ شرائط کی پابندی کرنے کا عہد لیتے۔ بسا اوقات گورنری کے لیے تجویز کردہ شخص مجلس میں موجود نہ ہوتا تو آپ اس کے نام سے عہد نامہ تیار کرتے اور اسے اس کے پاس بھیج کر حکم دیتے کہ فلاں ریاست میں چلے جاؤ۔ وہاں تمہاری تقرری ہوگئی ہے جیسا کہ بحرین کے گورنر حضرت علاء بن حضرمی کو عہد نامہ ارسال کیا اور حکم دیا کہ بصرہ چلے جاؤ، اب عتبہ کے بعد تم وہاں کے گورنر بنائے جارہے ہو۔

اسی طرح اگر آپ کسی امیر کو معزول کر کے دوسرے کو اس کی جگہ پر بھیجتے تو نیا امیر سرکاری خط کے ساتھ وہاں جاتا جس میں پہلے امیر کی معزولی اور نئے امیر کی تقرری کا حکم ہوتا جیسا کہ آپ نے جب بصرہ کی گورنری سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کیا اور ان کی جگہ پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو گورنر بنایا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح کا خط لکھ کر دیا۔“

[سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، شخصیت اور کارنامے، ص ۵۲۲، ۵۲۳]

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے عام گورنروں کی تقرری کا یہ طریق کار موجود تھا اور وہ خود بھی شیخین رضی اللہ عنہما ہی کی سنت پر کاربند تھے۔ تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طویل تگ ودو اور مصالحت کے نتیجے میں ایک ”خاص“ گورنر کی

تقرری کے موقع پر یہ احتیاطی تدبیر اختیار نہ کی ہوں گی؟

ظاہر ہے کہ محمد بن ابی بکر کی تقرری کا خط خود ان ہی کو دیا گیا تھا جس پر دیگر شرائط (قرار دادِ خلافت کے مطابق) کے علاوہ مصر کے پہلے گورنر کی معزولی کا بھی ذکر تھا اور اس ''تقرر نامے'' پر بھی گواہان اور خلیفہ کے دستخط نیز مہرِ خلافت بھی ثبت تھی تو پھر سوال یہ ہے کہ جب حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا تحریر کردہ خط راستے میں سوال سمیت پکڑ لیا گیا تھا تو نامزد گورنر نے سوار کو ''زیرِ حراست'' رکھ کر مصر کا رخ کیوں نہ کیا اور مدینہ کیوں واپس آئے؟

اگر وہ مصر کی طرف سفر جاری رکھتے اور وہاں پہنچ کر اپنا تقرر نامہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے سامنے پیش کرتے تو بتایا جائے کہ ''سابق گورنر'' کے پاس انکار کی کیا گنجائش تھی؟ کیونکہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف سے تیار کردہ ''فاقتلوہ'' کے حکم پر مشتمل نیا ''تقرر نامہ'' اونٹنی اور غلام سمیت نئے گورنر محمد بن سعد بن ابی سرح سے اپنے قتل کا اندیشہ آخر کس طرح ہوسکتا تھا؟ کیا یہ تاریخ کا بدترین ''مکذوبہ'' نہیں ہے؟

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ زیرِ بحث خط کا قصہ ہر اعتبار سے خلافِ واقع، خلافِ حقیقت، لغو، باطل اور سبائیوں کا وضع کردہ ہے۔

☆......☆......☆

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆ مولانا عزیز الرحمٰن خورشید (ملکوال) اور حافظ عبدالرحمٰن علوی (راولپنڈی) کا جواں سال بھانجا ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ کو نہر میں نہاتے ہوئے ڈوب کر فوت ہوگیا

☆ ضیغم احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی 24 جولائی 2015ء کو لاہور میں انتقال کرگئیں

☆ مجلس احرار اسلام چشتیاں کے کارکن جناب علی اصغر کی والدہ ماجدہ 31 جولائی 2015ء جمعرات کی شب رحلت کرگئیں

☆ مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن جناب شیخ احسان اللہ صاحب مرحوم (وزیرآباد)

☆ شیخ محمد حسن لدھیانوی مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور شیخ کمال احمد کی والدہ۔ انتقال: 11 اگست 2015ء

☆ مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن ملک یار محمد صاحب (فیصل آباد) انتقال: یکم رمضان المبارک 1436ھ

☆ حافظ غلام محمد ملکوال معروف سندھی بابا، مرحوم سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

☆ حاجی غلام شبیر کی ہمشیر (تلہ گنگ)　　☆ ساجد مقصود (پنڈ سلطانی) کے چچا محمد ارشد مرحوم

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام فرمائیں (ادارہ)

ڈاکٹر محمد عبداللہ کے مضمون پر تبصرہ
پروفیسر خالد شبیر احمد

''ضیائے سیرت: تعلیمِ نسواں دورِ نبوی میں''

چند روز پہلے گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں اپنے شاگرد ڈاکٹر عمر حیات اور دوست ڈاکٹر حامد رضا صاحب سے ملاقات ہوئی جو اسلامیات کے شعبہ میں بطور پروفیسر کام کر رہے ہیں۔ انھوں نے مجھے ایک مختصر سا رسالہ پیش کیا جس کا عنوان ''ضیاءِ سیرت'' ہے۔ یہ وہی شعبہ اسلامیات ہے جہاں پر میں بارہ برس تک طالب علموں کو پڑھاتا رہا ہوں۔ اس رسالے میں ایسی مفید اور منفرد نوعیت کی معلومات اکٹھی کر دی گئی ہیں کہ پڑھ کر ایمان میں تازگی کا احساس ہوا۔ موجودہ دور میں جس تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے، خاص طور پر جو دین اسلام اور سیرت نبوی کے حوالے سے ہے، اسے جس طرح اس معاشرے میں نظر انداز کیا جا رہا ہے اس مجرمانہ غفلت کا احساس شدت کے ساتھ ہوا۔ رسالہ میں چند اہل علم کے مضامین ہیں جن کے عنوانات تو مختلف ہیں مگر ان میں ایک بات تقریباً مشترک ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عورتوں اور مردوں کی تعلیم کی کیا اہمیت ہے۔ تعلیم دینے والے کے لیے کیا باتیں ضروری ہیں۔ تعلیم کی دینی تعریف اور تعلیم کا دینی تصور کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ کئی مفید باتیں ہیں جو میں چاہتا ہوں کہ نقیب ختم نبوت کے قارئین تک پہنچیں۔ کتابچے میں ڈاکٹر محمد عبداللہ کا ایک مضمون بھی شاملِ اشاعت ہے، عنوان ہے: ''عصرِ حاضر میں خواتین کی تعلیم و تربیت'' (تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں)

لکھتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم انسانیت پر بے شمار احسانات ہیں بالخصوص طبقۂ نسواں پر نبی رحمت کے احسانات کا تو کوئی شمار و قطار ہی نہیں قبل از اسلام عورت کی تعلیم کا حق تو کیا اسے جینے کے حق سے بھی محروم کر دیا گیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم میں عورت کا خاص لحاظ رکھا۔ عورتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات سے مستفید ہوتی تھیں۔ بنتِ حارثہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے سورہ ق حضور اکرم کی زبانی یاد کی وہ ہر جمعہ کو اس کا خطبہ دیتے تھے، ابن سعد میں خولہ بنت القیس رضی اللہ عنہا کا قول یوں نقل کیا ہے:

میں جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنتی اور میں عورتوں کے آخر میں ہوتی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کی تعلیم کا اس قدر خیال اور احساس تھا کہ کئی مرتبہ نماز کے بعد عورتوں کی

جانب تشریف لے جاتے اور پھر ان کو دین کی باتیں سناتے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین کے لیے تعلیم کے اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور ان کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ انھیں خیال آیا کہ عورتوں نے نہیں سنا آپ نے عورتوں کو نصیحت کی اور انھیں صدقہ کا حکم دیا تو عورتوں نے اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں پھینکنی شروع کر دیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کپڑے کے پلو میں رکھتے جاتے۔''

دوسرے اقتباس میں یوں تحریر ہے:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انھی ترغیبات کا نتیجہ تھا کہ اس مبارک عہد کی خواتین حصول علم کے میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ نظر آتی ہیں، خواتین بھی مسجد نبوی میں آکر تعلیم حاصل کرتیں۔ اس غرض کے لیے مسجد نبوی میں خواتین کی آمدورفت کے لیے ایک دروازہ مخصوص کر دیا گیا تھا، جو اب تک باب جبریل کے ساتھ باب النساء کے نام سے موجود ہے''۔

ازواج مطہرات خواتین کے علم کا بہت بڑا ذریعہ تھیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام تو ایک مسلم حقیقت ہے عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ:

''میں نے لوگوں میں کسی شخص کو قرآن، فرائض، حلال وحرام شعر واخبار عرب اور نسب کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عالم نہیں دیکھا''

حدیث وفقہ میں ان کو خصوصی درجہ حاصل تھا۔ مکثرین کے طبقہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے کے بعد اکابر صحابہ بھی ان سے مشورہ کرتے تھے۔ حج کے دنوں میں آپ اپنا خیمہ پہاڑ کے دامن میں نصب کراتیں کہ خاص وعام استفادہ کریں۔ (سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا، سید سلیمان ندوی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے علم حاصل کرنے والے افراد کی تعداد دوسو تک ہے جن میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی۔ مرد شاگردوں میں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، قاسم بن محمد، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور مسرق کے نام نمایاں ہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے علم حاصل کرنے والوں میں عورتوں کے علاوہ مرد بھی شامل تھے۔ ان کے شاگردوں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حمزہ رضی اللہ عنہ، حارث بن وہب، صفیہ بنت عبداللہ شامل ہیں۔ (مولانا سعید انصاری، سیر الصحابیات معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۲)

ان برگزیدہ معلمات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کئی مسلمان خواتین نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ان

خواتین میں حضرت نفیسہ کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ یہ خاتون حضرت علی کے خاندان سے تھیں بعض روایات کے مطابق ان کے درس میں امام شافعی بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ (محمد یٰسین شیخ، عہد نبوی کا تعلیمی نظام ص ۱۹۶)

عہد رسالت میں جن علوم وفنون میں ازواج مطہرات اور صحابیات نے خصوصی مہارت حاصل کی، ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، فتاویٰ، علم الفرائض۔ طب، ادب، شاعری اور تاریخ شامل ہیں۔

فتویٰ کے شعبے کا جائزہ لیا جائے تو اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سرفہرست نظر آتی ہیں ان کے فتاویٰ کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ فقہ میں کمال حاصل کرنے والی خواتین میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، ام شریک رضی اللہ عنہا اور اسما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔ اسی طرح طب کے شعبہ میں رفیدہ رضی اللہ عنہا، ام کبشہ رضی اللہ عنہا، حمنہ رضی اللہ عنہا اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا وغیرہ شامل ہیں۔ طب کے علاوہ ادب اور شاعری میں بھی ذوق وافر پایا گیا۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا صاحبِ دیوان شاعرہ تھیں۔ (سیر الصحابیات ۲۷۔۲۸/ نیز دیکھئے خالد علوی ، ڈاکٹر اسلام کا معاشرتی نظام ص ۵۳۳، ۵۳۴)“

ایک اقتباس:

”تعلیم کے ساتھ تربیت ہے:

تعلیم کا مقصد اخلاق وتقویٰ کی تربیت ہے۔ قرآن وسنت نے فکری اصلاح کے ساتھ اخلاق وعمل کی اصلاح پر بڑا زور دیا ہے۔ وہ تمام احکام سکھائے گئے ہیں جو اسلامی معاشرے کا بہترین فرد بننے کے لیے ضروری ہیں۔ خواتین کا بالخصوص یہ خیال رکھا گیا ہے کہ وہ عزت وحیا کے ساتھ زندگی گذاریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی تعلیم میں تربیت کو بطور خاص ملحوظِ خاطر رکھا۔ اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں لطافت ونزاکت اور حسنِ انتظام کا پیکر بنایا ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی سے یہ آبگینے ٹوٹ سکتے ہیں چند روایات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت میرے پاس مانگنے کے لیے آئی اور اس کے ہمراہ اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ اس وقت میرے پاس کھجور کے سوا کچھ نہ تھا۔ تو میں نے اسے وہی دے دی تو اس نے کھجور اپنی بیٹیوں میں بانٹ دی اور خود کچھ نہ کھایا۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر چلی گئی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے اور میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا جو بیٹیوں کی وجہ سے کوئی آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لیے آگ سے آزادی کا سبب ہونگی۔

(۲) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دولڑکیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح آئیں گے اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

(۳) ابوداؤد کی کتاب الادب میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین بیٹیوں یا اسی طرح تین بہنوں کی پرورش کی، انھیں سلیقہ سکھایا اور ان پر ترس کھایا یہاں تک کہ اللہ نے انھیں بے نیاز کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت لازم کر دی۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر دو ہوں تو؟ فرمایا: چاہے دو ہوں۔ یہاں تک کہ محسوس ہوتا تھا کہ لوگ اگر کہتے تو ایک کا بھی فرما دیتے''۔

خواتین کی تعلیم وتربیت سے متعلق تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ حصولِ علم پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے، لیکن چونکہ مرد اور عورت کی فطرت اور جسمانی ساخت اور ذمہ داریوں میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرق رکھا ہے۔ اس کے پیش نظر دونوں کا دائرہ کار مختلف ہے۔ عورت کو معاشی تگ ودو سے دور رکھا گیا ہے، جمعہ اور جہاد اس پر فرض نہیں ہے اور عورت کا بہترین مقام اس کا گھر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ قول نقل ہے:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں رہو کیونکہ یہی تمہارا جہاد ہے۔''

لہذا نصابِ تعلیم میں خواتین کی ضروریات اور تقاضوں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ان کے نصاب میں ایسے مضامین یا فنون رائج کیے جائیں جن میں زیادہ جسمانی مشقت نہ کرنی پڑے اور نہ ہی زیادہ وقت گھر سے باہر گزارنا پڑے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے منع فرمایا ہے۔ اس میں بہت سے اخلاقی مفاسد پنہاں ہیں۔ اگر ہم تعلیمات نبوی کے اس منہج سے انحراف کریں۔ مادی لحاظ سے لاکھ ترقی کر لیں، روشن خیالی کے جھنڈے گاڑ لیں لیکن معاشرے سے شرم وحیا، روحانیت اور پاکیزگی جیسی خوبصورت صفات رخصت ہو جائیں گی اور سیرت واسوۂ حسنہ پر عمل کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا''۔

تبصرہ:

اگر ہم اس مضمون کی روشنی میں پاکستان کے اندر عورتوں کی تعلیمی سرگرمیوں کا جائزہ لیں، جو کہ اسلام کے نام پر وجود میں لایا گیا تھا، کوئی ایک بات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نظر نہیں آتی۔ عورتوں کو گھر سے نکال کر دفتروں اور بازاروں کی زینت بنا دیا گیا ہے۔ بظاہر تو اسے ترقی کے لیے ناگزیر کہا جاتا ہے لیکن یہ ترقی ہمارے اخلاقی اور روحانی وجود کو دن بدن وحشی اور تاریک بنا رہی ہے۔ محض دنیاوی منفعت کے لیے تعلیم وترقی عاقبت کی فکر سے انسان کو بے

پرواہ کردیتی ہے جس کے بعد انسان، انسان ہی نہیں رہتا بلکہ حیوان بن جاتا ہے۔

ہم نے آزادیٔ نسواں کے نعرے کے تحت عورتوں کو اٹھا کر اسمبلی میں پہنچادیا۔ اب عورتیں ہمارے ملک کی سیاسی رہنما ہیں۔ تقریریں کرتی ہیں، جلوس نکالتی ہیں۔ پریس کانفرنس کرتی، اسمبلی کے اندر بیٹھ کر بزعم خویش اپنی لیاقت کا مظاہرہ کرتی ہیں، جس لیاقت کا اسلامی شخصیت کے اوصاف حسنہ شرم وحیا وغیرہ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

''جب تک تمہارے دولت منداشخاص غریب پروری کا مظاہرہ کرتے رہیں گے، تمہارے حکام عدل وانصاف کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے اور تمہارے معاملات باہمی مشاورت سے طے ہوتے رہیں گے، اس وقت تمہارے لیے زمین کے پیٹ سے زمین کی پیٹھ بہتر رہے گی۔ اور جب تمہارے اہلِ دولت افراد بخیل ہوجائیں گے، تمہارے حکمران عدل وانصاف چھوڑ دیں گے اور تمہارے معاملات عورتوں کے مشوروں سے طے ہوں گے تو پھر تمہارے لیے زمین کی پیٹھ سے اس کا پیٹ بہتر ہوگا۔''

معاشرتی طور پر جو بات درحقیقت عورتوں کے لیے مفید تھی اس پر کبھی توجہ نہ دی گئی۔ جس سے عورت کا تقدس بھی مجروح ہوا ہے اور معاشرہ میں جنسی ذہنیت کے فساد میں بھی شدید خطرناک اضافہ ہوا ہے۔ اس اِضافے میں خاص طور پر ہمارے ملک کا ''ویڈیو میڈیا'' ذمہ دار ہے جس نے عورت کو اشتہار بنادیا ہے۔ جب ٹی وی چینل پر بھڑکیلے عریاں لباس میں خوبصورت عورتیں ناچتی گاتی دکھائی جائیں گی تو پھر قصور جیسے واقعات تو ہوں گے۔ اب اسی ٹی وی پر جو ایسے مکروہ واقعات کا بنیادی باعث ہے بحث ہورہی ہے کہ ان واقعات پر کیسے قابو پایا جائے۔

پھر درس گاہوں میں جو تعلیم ہمیں دی جاری ہے اس میں بھی دنیا میں ترقی ہی غرض وغایت منتہائی ہے۔ شرافت انسانیت، دیانت، شرم وحیا کہیں مقصد وعنوانِ تعلیم وتربیت نہیں ہے۔ حالانکہ محض دنیاوی عیش کے لیے علم حاصل کرنا سرے سے علم کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق علم وہ ہے کہ جیسے جیسے بڑھتا جائے ویسے ویسے تقویٰ اور خوفِ خدا میں بھی اضافہ ہو۔ جبکہ تعلیم کے نام پر جو کچھ یہاں ہمارے ملک میں پراپوگیٹ کیا جارہا ہے، اس سے عورتیں مستورات نہیں بلکہ مکشوفات بن جاتی ہیں اور دنیا آخرت میں اپنے نقصان کا سامان کربیٹھتی ہیں۔ دنیا میں عیش سے زندگی گذارنے کے لیے جو تعلیم دی جاری ہے اس کے بارے میں اقبال کا شعر پیش کر کے بات ختم کرتا ہوں۔

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہو فقط دو کفِ جو

اللہ تعالیٰ دین کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق دے کہ یہی دنیا اور عاقبت میں کامیابی کا باعث ہے۔

محمد سلمان قریشی

منقبت در مدحِ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ذکرِ یارانِ نبی میری نوا تک آ گیا
نغمۂ شعروسخن فکرِ رسا تک آ گیا

امتحانِ قلبِ اصحابِ محمد لے کے رب
خوش ہوا ایسا کہ پھر اُن سے رضا تک آ گیا

ہیں ہدایت کے ستارے سب صحابہ بالیقیں
پیروی کی جس نے اُن کی وہ ھُدیٰ تک آ گیا

ظلمتوں کو چھوڑ کر وہ پھر ضیا تک آ گیا
سنتوں کے راستے جو مصطفیٰ تک آ گیا

جو نبوت کا چلا تھا سلسلہ آدم سے وہ
سیدِ کونین پر وہ انتہا تک آ گیا

سازشِ ابنِ سبا میں آ کے پھر سبطِ نبی
وادیٔ اُمُّ القُریٰ سے کربلا تک آ گیا

دُشمنِ آلِ نبی کو پہچانو تم ذرا
دعویٰء اُلفت میں وہ اُن کی رِدا تک آ گیا

پروفیسر خالد شبیر احمد

غزل

بے سمت سب مسافتیں ہیں میری زیست کی
جذب وجنون و عشق گر ایمان میں نہیں
سایہ فگن ہے اس پہ ہی یہ زر کی کہکشاں
جس کا سودا کوئی کھرا دکان میں نہیں
اب تو مری شناخت بھی ممکن نہیں رہی
میں آپ اپنے چہرے کی پہچان میں نہیں
رہرو ہجومِ حرص میں گم ہو کے رہ گئے
منزل کسی کے جیسے کہ دھیان میں نہیں
اونچی اڑانیں قصۂ پارینہ ہوگئیں
خواہش کوئی پرواز کی اذہان میں نہیں
روشن ہے گرچہ گھر میرا پر دل بجھا ہوا
نورِ بصیرت اب میرے وجدان میں نہیں
قوم کے رہبروں کا ہے یہ سب کیا دھرا
بجز ہراس کچھ میرے مکان میں نہیں
خالد میں اپنے آپ سے بچھڑا ہوں اس طرح
مل پاؤں اپنے آپ کو، امکان میں نہیں

☆......☆......☆

حبیب الرحمٰن بٹالوی

یہ قاتلانِ جہاں......

وطن کے دشمن۔ چمن کے دشمن
یہ قاتلانِ جہاں ہیں جتنے
ان لٹیروں کو
بھتہ خوروں کو اور چوروں کو
خود فروشوں کو۔ ان بے ہوشوں کو
چوہوں جیسے یہ مال زادے
یہ حال زادے یہ چال زادے
دشمنوں کے ایجنٹ سارے
شریف شہری انھوں نے مارے
میرے وطن کے اے چاند تارو!
شجاع، بہادر اے جاں نثارو
’’اک ستا سی‘‘ جہاں بھی ہیں اب
انھیں بھی تم چن چن کے مارو
میرے چمن کے اے باغبانو!
دوست، دشمن کو کچھ تو جانو
وطن ہمارا یہ گھر ہے اپنا
خوشی کا دیکھا ہے ہم نے سپنا
یا الٰہی! کرم تُو کر دے
ہمارا دامن امن سے بھر دے

❖❖❖❖

راج پال کی گستاخانہ جسارت پر
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا
ایمان افروز، ولولہ انگیز اور تاریخی خطاب

۱۹۲۷ء میں مہاشے راجپال نے رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر مبنی ایک کتاب شائع کی۔ جس سے پورے ہندوستان کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پورا ہندوستان ایک شعلۂ جوالہ کی طرح بھڑک اٹھا۔ عدالتِ عالیہ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے مہاشے راجپال کو قانونی سقم پر رہا کر دیا۔ حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ ۷رجولائی کو لاہور میں حضرت امیر شریعتؒ کے احتجاجی جلسہ کا اعلان کر دیا گیا۔ حکومت نے شہر میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر کے جلسہ کو بند کرنا چاہا مگر حضرت امیر شریعت نے وقتِ مقررہ پر جلسہ کیا۔ اسی جلسہ میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید دہلویؒ بھی شریک تھے۔ یہ جلسہ مجلس احرارِ اسلام کے دفتر بیرون دہلی دروازہ لاہور کے قریب احاطۂ عبدالرحیم میں کیا گیا۔ احاطے کے اندر اور باہر سڑک پر ہزاروں مسلمان جمع تھے جبکہ احاطے کے دروازے پر مسلح پولیس کا پہرہ تھا اور حضرت امیر شریعتؒ کی ایمان افروز تقریر پر لوگ سراپا غیرت وحمیت تھے۔ آپ نے فرمایا:

> ”آج آپ لوگ جناب فخر رسل خاتم النبیین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کو برقرار رکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ آج مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کے دروازے پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ آئیں اور فرمایا کہ ہم تمھاری مائیں ہیں، کیا تمھیں معلوم نہیں کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس پر حملہ کیا ہے۔“

پھر اس زبردست کروٹ کے ساتھ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

> ”ارے دیکھو تو اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تو نہیں کھڑی ہیں۔“

پھر کیا تھا، جلسہ گاہ میں کہرام مچ گیا اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور لوگوں کی نگاہیں بے ساختہ دروازہ کی جانب اٹھ گئیں۔ امیر شریعتؒ نے اپنے پورے جوشِ خطابت اور غیرتِ دینی کے جذبات میں سرشار گونج دار آواز میں فرمایا:

''دیکھو دیکھو سبز گنبد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تڑپ رہے ہیں۔ خدیجہ و عائشہ رضی اللہ عنہما پریشان ہیں۔ امہات المومنین آج تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ عائشہ پکارتی ہیں، وہی عائشہ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے حمیرا کہہ کر پکارتے تھے جنھوں نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ اُن کے ناموس پر قربان ہو جاؤ۔ سچے بیٹے ماں کی عزت و ناموس کے لیے کٹ مرا کرتے ہیں۔''

غازی علم الدین جو غیرتِ ایمانی سے معمور تھا، امیر شریعت کی تقریر سے متاثر ہو کر اُٹھا اور گستاخِ رسول راجپال کو واصلِ جہنم کر کے تختۂ دار پر جھول گیا۔ جس ناموس کا تحفظ قانون نہ کر سکا، اُس کے تحفظ کے لیے مشیتِ ایزدی نے غازی علم الدین شہید کو منتخب کر لیا۔ وہ اپنی جان قربان کر کے حیاتِ جاودانی حاصل کر گیا۔

(ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور، جنوری ۱۹۶۲ء)

جو زبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زہر اگلتی ہو اُسے گدی سے کھینچ لیا جائے

اللہ کی عبادت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور انگریز سے بغاوت ـــــــ یہ میرا جزوِ ایمان ہے۔

اللہ معبود ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم محبوب اور انگریز مغضوب۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کوئی کچھ کہے گا تو اللہ اس کا خود محاسبہ کرے گا، مگر ـــــــ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوچ لینا، یہ معاملہ عقل و خرد کا نہیں، عشق کا ہے۔ عشق پر زور نہیں ہوتا، اور نہ اپنے پر اختیار ـــــــ

پھر یہ نہیں سوچا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے اور حکمران کیا چاہتے ہیں؟ پھر جو ہونا ہوگا، ہو جائے گا ـــــــ اور جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

وہ ہاتھ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پر اٹھتا ہو کاٹ دیا جائے، وہ زبان جو اُن کے خلاف زہر اگلتی ہو (نعوذ باللہ) اُسے گدی سے کھینچ لیا جائے، اور وہ قلم توڑ دو جو اُن کے ذکر میں بے لگام ہو جائے۔

جو شخص ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے ہم اُس کو کرۂ ارض پر دیکھنا نہیں چاہتے۔ یہی اسلام اور یہی عشق ہے۔ یہی فتویٰ ہے اور یہی قرارداد ہے۔

اقتباسِ خطاب

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، جولائی ۱۹۲۷ء، بجنور

(ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' ملتان، ''امیر شریعت نمبر''، اپریل ۱۹۹۵ء)

حافظ محمد خرم شہزاد

ارشاداتِ امیر شریعت

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

امیر شریعت، خطیب الاُمّت، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ عالمِ اسلام کی ایک معروف دینی شخصیت ہیں، تحریک آزادی ہند، تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت و ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے آپ کی لازوال قربانیاں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند کے سب سے بڑے خطیب بھی تھے اور قریہ قریہ بستی بستی وجہ شہرت بھی آپ کی خطابت ہی تھی۔ روزانہ اور مسلسل کئی کئی گھنٹوں بیانات آپ کی زندگی کا معمول تھا۔ دوران خطاب آپ کی زبان سے ایسے لعل و جواہرات نکلتے جو سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہوتے اور ان اقوال وارشادات کا چرچہ ہر سو پھیل جاتا یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات آج بھی اہل علم کی زبانوں پر عام ہیں۔ آپ سے منسوب مگر باحوالہ چند ارشادات پیش خدمت ہیں۔

ا۔ میرا مسلک:

''میں حنفی العقیدہ مسلمان ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ نفع و نقصان کی وارث صرف اللہ کی ذات ہے۔ حالات کا تغیر بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ اولاد دینا، نہ دینا، دے کر چھین لینا اسی کو زیبا ہے''

۲۔ قبر مبارک پر گنبد خضریٰ:

ایک تحریک کے دوران لاہور میں ایک اجتماع ہوا۔ جس میں ایک سوال کیا گیا کہ ''آپ کے نزدیک اگر قبر پر قبہ بنانا بدعت ہے تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک پر گنبد خضراء سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟''

سوال پر سارے مجمع میں ایک ارتعاش پیدا ہوا۔ دوستوں کی پریشانی بڑھی دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ مخالفین نے تالیوں سے اس سوال کا استقبال کیا لیکن شاہ جی کو قدرت نے ذہن ایسا عطا کیا تھا۔ سوال پر ذرا مسکرائے اور ارتجالاً فرمایا: ''اگر ان معماروں نے (گنبد تعمیر کرنے کی) جرأت کر لی ہے، جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ سے بھی اونچی ہو کر اس پر قبہ تعمیر کیا ہے تو پھر میری رائے ہے کہ گنبد خضراء کے مقابلے میں کوئی گنبد تعمیر نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے''۔

(حیات امیر شریعت: ص ۸۷، ۸۸، ۸۹)

۳۔انگریز کے حامی نام نہاد پیرانِ طریقت سے خطاب:

''اے پیران طریقت! یہ سپاسنامہ فرنگی کے حضور پیش کر کے آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی تعلیم ان کے اصول ان کی روحانی زندگی پر وہ کالک (سیاہی) مل دی ہے کہ قیامت تک یہ داغ نہیں دھویا جاسکتا اور نہ یہ سیاہی مٹ سکتی ہے۔

اگر میں ابن مسعود کی حمایت کروں تو کافر، اور تم ترکوں کے قتل پر دستخط کرو تو مومن؟ تم فتح بغداد پر چراغاں کرو تو مسلمان اور میں فرنگی سے آزادی کے لیے لڑوں تو مجرم؟

تمہارے تعویز تمہاری دعائیں کافر کی فتح کی آرزو مندر ہیں اور میں سلطنت برطانیہ کی بنیاد اکھاڑنے کے درپے رہا۔ تم نے انسانوں سے زیادہ کتے اور سوروں کی قدر کی اور گناہ کو ثواب کا درجہ دیا۔ تمہاری قبائیں خونِ مسلم سے داغدار ہیں۔ اے دم بریدہ سگانِ برطانیہ! صورِ اسرافیل کا انتظار کرو کہ تمہارا فرد جرم تمہارے سامنے لایا جائے اور تم اپنے نامۂ اعمال کو ندامت کے آئینے میں دیکھ سکو۔

تمہاری تسبیح کا ایک ایک دانہ ہی تمہارے فریب کا آئینہ دار ہے۔ تمہاری دستار کے پیچ وخم میں ہزاروں پاپ جنم لیتے ہیں۔ اور تم انھیں دیکھتے ہو مگر تمہاری زبانیں گنگ ہیں کہ ان کی موت پر آنسو تک نہیں بہتے۔ وقت کا انتظار کرو کہ شاید تمہاری پیشانیوں کے محراب کی سیاہی تمہارے چہروں کو مسخ کر دے اور تمہارے اور تمہارا زہد وتقویٰ ہی تمہاری رسوائی کا باعث بن جائے''۔ (حیات امیر شریعت: ص ۹۸، ۹۹)

۴۔زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے:

مرزائیوں کی طرف سے امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے قتل پر مامور راجندر سنگھ آتش سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''میرا طرزِ تکلم مجھے کیا بچا سکتا ہے بابو! موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یاد رکھو، جو رات قبر کی ہے وہ باہر نہیں آسکتی اور جس رات کو باہر آنا ہے، اسے دنیا کی کوئی طاقت قبر کے سپرد نہیں کر سکتی۔ البتہ تمہیں میری نصیحت ہے کہ بحیثیت انسان ہمیشہ انسان کی بھلائی کے لیے سوچا کرو۔ دولت ہاتھ کی میل ہے بابو! اس کے لالچ میں اگر تم مجھے قتل بھی کر دیتے اور میرے قتل کے الزام سے تمہارا دامن محفوظ بھی رہتا تو کسی دوسرے موقع پر بغیر جرم کے مار کھا جاتے۔ خیر!''

(حیات امیر شریعت: ص ۱۹۶)

۵۔اسلام اور غلامی:

''کائنات میں سب سے بڑا اچھوت غلامی ہے۔ غلام کا جسم اور اس کی کمائی اپنی نہیں ہوتی، بلکہ مالک کی ہوتی ہے لیکن اسلام نے دنیا میں غلام کا درجہ بلند کر دیا ہے، اور اچھوت پر سب سے بڑا احسان کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں، جنھوں نے اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ، زید رضی اللہ عنہا سے منسوب کردی، جو غلام تھا، اسلام نے مذہب کے معاملہ میں جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے عمل سے اسلام کی تلقین کی، کہ ایسے لوگوں سے کیا سلوک کیا جائے جو مسلمان نہیں

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی!

(حیاتِ امیر شریعت: ص ۲۰۶)

۶۔ اللہ کا نظام دلوں پر قائم کریں:

''کسی زمین کو حاصل کرنے سے بیشتر اللہ کا نظام اپنے دلوں پر قائم کریں فرنگی کی ڈیڑھ سو سالہ غلامی سے جو دل زنگ آلود ہو چکے ہیں، انہیں ایمان کی کسوٹی پر پرکھیں تا کہ کفر کے نظامِ حکومت کی جو آلائشیں اس پر جم چکی ہیں وہ صاف ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اگر آپ نے کوئی زمین حاصل کر بھی لی، تو جو نظام آپ قائم کریں گے وہ انسانوں کا بنا ہوا ہوگا جس کی ہر شق کفر کے آئین سے ماخذ ہوگی''۔　　(حیاتِ امیر شریعت: ص ۲۷۷)

۷۔ مجلسِ احرار اسلام کا مشن:

''مجلس احرار اب مذہبی اور اصلاحی کاموں میں سرگرمِ عمل رہے گی۔ مسئلہ ختم نبوت اس کا بنیادی مسئلہ ہے۔ سیاست اب ہماری منزل نہیں۔ وہ جانے مسلم لیگ اور اس کا کام۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلم لیگ کے پاس قوت ہے اور ہم اس قوت سے ڈر گئے ہیں۔ نہیں! نہیں! بلکہ ملک کی ضرورت اور حالات ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم متحد ہو کر بغیر کسی اندرونی خلفشار کے پاکستان کی کمزور بنیادوں کی نگہداشت کریں۔ ان الفاظ سے میں اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں''۔

(حیات امیر شریعت: ص ۳۲۷)

۸۔ علماء، واعظین اور مبلغین کو وصیت:

''۱۔ عزیزو! اسلام کی تبلیغ کانٹوں کا تاج پہننے کے مترادف ہے، جدھر منہ کرو گے مخالف ہی مخالف نظر آئیں گے، حتیٰ کہ ایسے ایسے مقامات سے گزر ہوگا اور مخالفت ہوگی جہاں تمہارا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر تم اس عزم پر پکے اور پختہ رہے تو کامیاب ہو جاؤ گے (پھر تھوڑا مسکرائے اور فرمایا) احرار بظاہر کسی تحریک میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن جس عزم کو لے کر اٹھے اس پر ڈٹے رہے تو نتیجہ یہ ہے کہ آج برسرِ اقتدار آنے والا ہر گروہ احرار کے نام سے لرزتا ہے۔

۲۔ وعظ کرنے کے لیے جانے سے پہلے داعی سے کرایہ کبھی وصول نہ کرنا۔ اگر اتنا بھی کرو گے تو منہ کھائے گا، آنکھ شرمائے گی، حق بیان نہ ہوگا۔

آمدورفت کا کرایہ گھر سے لے کر چلنا۔تقریر بیان کے بعد اگر داعی کچھ خدمت کرے تو اس کے سامنے شمار نہ کرنا اور اگر کچھ بھی نہ دے تو اپنی زبان سے طلب بھی نہ کرنا، بلکہ چپکے سے ہنس مکھ واپس آجانا۔ساری زندگی میرا یہی عمل رہا ہے۔جب کہیں جانا ہوتا ہے تو میں تمہاری اماں سے پوچھا کرتا تھا کہ مجھے فلاں جگہ وعظ کہنے جانا ہے کرایہ ہے؟ اگر ہوتا تو آمدورفت کا خرچ گھر سے لے کر چلتا۔

کچھ بھی خدمت نہ کرنے والا اگر پھر بھی بلالے اور دعوت دے دے تو جانے سے انکار نہ کرنا۔اب اگر پچھلی اور پہلی مرتبہ ہدیہ حق الخدمت وغیرہ نہ مل سکنے کے سبب جانے سے رک جاؤ گے تو للّٰہیت نہ ہوگی بلکہ نفسانیت ہوگی اور داعی کے سامنے شمار کرنے سے روکنے میں یہ حکمت ہے کہ ہوسکتا ہے کہ داعی غریب اور مفلس ہونے کے سبب حق الخدمت یا کرایہ بھی پورا نہ دے سکے۔اس سے خود بھی تردد ہوگا اور داعی کے دل میں بھی ہوک اٹھے گی۔ہائے! میں غریب تھا کرایہ بھی نہ دے سکا اور اس سے غریب کی آہ اور دل دکھانے کے ہر پہلو سے پرہیز کرنا۔اگر ان باتوں پر عمل کرو گے تو انشاءاللہ کبھی بھوکے نہیں رہو گے اور یہی باتیں دنیا وعقبیٰ کی فلاح و بہبود اور ترقی و سربلندی کا موجب ثابت ہوں گی۔''

(حیاتِ امیر شریعت: ص۳۸۹، ۳۹۰)

زندگی جدوجہد سے عبارت ہے اسے ہم روح کا لباس بھی کہہ سکتے ہیں۔

انسان لباس کے معاملے میں مجاز ہے، اجلا رکھے یا میلا کردے

برائی بہرحال برائی ہے۔جو انسان دوسروں کا برا چاہتا ہے، وہ گویا اپنے یا اپنی اولاد کے لیے بدی کاشت کرتا ہے۔

مجلس احباب میں گفتگو، دفتر احرار لاہور، دسمبر ۱۹۴۳ء

سید عطاءاللہ شاہ بخاری سوانح وافکار (شورش کاشمیری)

ایک سال کا عرصہ ہوگیا میں نے کسی اجتماع میں تقریر نہیں کی۔اب بھی بادل نخواستہ اٹھ کر آیا ہوں۔اس ڈر سے کہ کہیں احرار رضا کار ناراض نہ ہوجائیں۔اپنی خواہش تو رہی نہیں، بس تم خوش رہو اور میرے لیے دعا کردو میں اسی میں خوش ہوں۔

اِدھر یہ ضعفی و پیری، اُدھر تم زورآور۔جب جی چاہا پکڑ کر میدان میں چھوڑ دیا۔اگرچہ صحت جاچکی اور بڑھاپا چھا گیا لیکن کفر کے مقابلے کے لیے مجھ سا توانا ماں نے جنا نہیں۔

احرار کارکنوں سے خطاب، ملتان، اپریل ۱۹۴۸ء

(حیات امیر شریعت، ص:۳۱۶)

حافظ عبید اللہ　　　　(آخری قسط)

حضرت مہدی علیہ الرضوان اور مرزا قادیانی
چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ

رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور رمضان کے نصف میں سورج گرہن ہو ہی نہیں سکتا

جواب: اگر رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور نصف رمضان میں سورج گرہن نہیں ہوسکتا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے کیونکہ اس میں تو یہی ذکر ہے کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور رمضان کے نصف میں سورج گرہن ہوگا، نیز اس روایت میں دو بار یہ بیان ہوا ہے کہ ایسا گرہن جب سے زمین وآسمان بنے ہیں کبھی نہیں لگا جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس روایت میں ایسے گرہن کی بات ہو رہی ہے جو خلاف عادت ہوگا، اور جیسا گرہن مرزا قادیانی کی زندگی میں لگا (یعنی رمضان کی تیرھویں رات کو چاند گرہن اور اٹھائیس رمضان کو سورج گرہن) ایسا گرہن تو مرزا سے پہلے بھی ہزاروں بار لگ چکا ہے اور جب تک زمین وآسمان ہیں لگتا رہے گا، بلکہ جیسا کہ بیان ہوا ''سوڈانی مہدی'' کی زندگی میں بھی لگ چکا ہے۔

مہینے کی پہلی رات کے چاند کو ''ہلال'' کہتے ہیں جبکہ روایت میں ''قمر'' کا لفظ ہے

مرزا قادیانی نے ایک مغالطہ یہ دیا ہے کہ اس روایت میں ہے کہ ''**ینکسف القمر لأول لیلة من رمضان**'' جس کا ترجمہ ہے کہ ''رمضان کی پہلی رات کو قمر یعنی چاند گرہن ہوگا''، یہاں مہینے کی سب سے پہلی رات مراد ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ پہلی رات کے چاند کو عربی میں ''**ھلال**'' کہتے ہیں نہ کہ ''**قمر**'' لہٰذا اس کا مطلب یہی ہے کہ چاند گرہن والی تین راتوں یعنی 13، 14 اور 15 میں سے پہلی رات یعنی 13 رمضان کو چاند گرہن ہوگا، چنانچہ مرزا لکھتا ہے:

''مولویت کو بدنام کرنے والو! ذرہ سوچو! حدیث میں چاند گرہن میں قمر کا لفظ آیا ہے، پس اگر یہ مقصود ہوتا کہ پہلی رات میں چاند گرہن ہوگا تو حدیث میں قمر کا لفظ نہ آتا بلکہ ہلال کا لفظ آتا کیونکہ کوئی شخص اہل لغت اور اہل زبان میں سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا اطلاق نہیں کرتا بلکہ وہ تین رات تک ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے''۔

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، رخ 11، صفحہ 331)

ایک اور جگہ یوں لکھتا ہے:۔

''اے حضرات! خدا سے ڈرو جبکہ حدیث میں قمر کا لفظ موجود ہے اور بالاتفاق قمر اُس کو کہتے ہیں جو تین دن کے بعد یا سات دن کے بعد کا چاند ہوتا ہے'' (تحفہ گولڑویہ، رخ 17، صفحات 138 و 139)

<u>جواب</u>: دراصل یہ مرزا قادیانی کی جہالت ہے کہ وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ ''قمر کا اطلاق پہلی تاریخوں کے چاند پر نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق تین یا سات راتوں کے بعد والے چاند پر ہوتا ہے''، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مہینہ کی پہلی شب سے لے کر آخری شب کے چاند کو عربی میں قمر کہتے ہیں، صرف چاند کے مختلف اوقات مختلف حالتوں اور مختلف صفات کے لحاظ سے کبھی اسی قمر کو ہلال اور کبھی بدر کہا جاتا ہے، لیکن ہوتا وہ بھی قمر ہی ہے، آسان لفظوں میں ایسے سمجھیں کہ قمر کا اردو ترجمہ ہے ''چاند'' اور جس طرح اردو میں پہلی رات سے آخری رات تک کے چاند کو ''چاند'' ہی کہتے ہیں، اسی طرح عربی میں پورے مہینے کے چاند کا اصلی نام ''قمر'' ہی ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

﴿**والقمر قدّرناه منازل حتّیٰ عاد کالعرجون القدیم** (یٰس: 39)﴾ اور چاند ہے کہ ہم نے اس کی منزلیں ناپ تول کر مقرر کر دیے ہیں، یہاں تک کہ وہ جب (ان منزلوں کے دورے سے) لوٹ کر آتا ہے تو کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح (پتلا) ہو کر رہ جاتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے ﴿**ھو الذي جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً وقدّره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب** (یونس: 5)﴾ اور اللہ وہی ہے جس نے سورج کو سراپا روشنی بنایا، اور چاند کو سراپا نور، اور اُس کے (سفر) کے لئے منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور (مہینوں کا) حساب معلوم کر سکو۔

ان دونوں آیات میں پورے مہینے کے چاند پر قمر کا لفظ بولا گیا ہے خواہ وہ پہلی رات کا چاند ہو یا کسی دوسری تاریخ کا، یہی بات ائمہ لغت نے بھی لکھی ہے، چنانچہ لغت کی مشہور کتاب ''**تاج العروس من جواھر القاموس**'' میں لکھا ہے:

''**الهِلال بالكسر غُرّة القمر**'' ہلال کہتے ہیں قمر کی ابتدائی صورت کو، پھر آگے لکھا ہے ''**یُسمّیٰ القمر لِلَیلتین من أول الشھر ھِلالاً**'' قمر کا نام مہینے کی پہلی دو راتوں تک ہلال رکھا گیا ہے۔

(تاج العروس، جلد 31، صفحہ 144، طبع کویت)

آپ نے دیکھا کہ صاف طور پر لکھا ہے کہ ہلال ''قمر'' کا ہی نام ہے، لیکن مرزا قادیانی اپنی اس جہالت کے باوجود ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والے'' محاورہ کے مطابق علماء کو ڈانٹ رہا ہے، اب قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ نادان اور عقل کا اندھا کون ہے؟، پھر اگر مرزا قادیانی کی یہ جاہلانہ منطق ایک منٹ کے لئے تسلیم بھی کر لی جائے کہ ''قمر'' کا اطلاق مہینے کی شروع کی تین راتوں یا سات راتوں کے بعد والے چاند پر ہوتا ہے تو پھر بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ چاند گرہن

رمضان کی تیرھویں رات کو ہوگا کیونکہ اس جھوٹی روایت میں الفاظ ہیں ''ینخسف القمر لأول لیلة من رمضان'' جس کا ترجمہ ہے کہ ''قمر رمضان کی پہلی رات میں گرہن ہوگا'' تو مرزا کی منطق کے مطابق بھی ''قمر'' کی پہلی رات چوتھی یا آٹھویں شب ہے تو کیا مرزا قادیانی کی زندگی میں رمضان کی چوتھی شب یا آٹھویں شب کو چاند گرہن ہوا؟، اور مرزا قادیانی نے ''تنکسف الشمس فی النصف منه'' کے بارے میں نہیں بتایا کہ 'شمس ''یعنی سورج کا اطلاق بھی صرف قمری مہینہ کی 27، 28 اور 29 تاریخ کے سورج پر ہی ہوتا ہے یا مہینہ کے نصف یعنی 14 یا 15 تاریخ کو نکلنے والے سورج کو بھی ''شمس'' ہی کہتے ہیں؟۔

اگر یہ روایت جھوٹی تھی تو امام دارقطنیؒ نے اپنی کتاب میں کیوں ذکر کی؟

مرزا قادیانی نے سنن دارقطنی کی اِس روایت کے راویوں پر جرح کا جواب دیتے ہوئے ایک جگہ یوں لکھا:۔

''اگر درحقیقت بعض راوی مرتبہ اعتبار سے گرے ہوئے تھے تو یہ اعتراض دارقطنی پر ہوگا کہ اُس نے ایسی حدیث کو لکھ کر مسلمانوں کو کیوں دھوکہ دیا؟ یعنی یہ حدیث اگر قابلِ اعتبار نہیں تھی تو دارقطنی نے اپنی صحیح میں کیوں اس کو درج کیا؟''۔ (تحفہ گولڑویہ، رخ 17، صفحہ 133)

جواب: محدثین کا کام روایات کو ان کی سندوں کے ساتھ جمع کرنا اور ذکر کرنا ہوتا ہے، اب یہ علماء اصول حدیث اور محققین کا کام ہے کہ وہ ہر روایت کے متن اور سند کی جانچ پرکھ کریں، محض کسی روایت کا کسی کتاب حدیث میں مذکور ہونا ہرگز اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں اور نہ اصول حدیث کا ایسا کوئی قاعدہ ہے، پھر ہماری زیرِ بحث روایت (بفرض محال اگر صحیح بھی ہو) تو نہ کسی صحابی کا قول ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کا فرمان بلکہ سنن دارقطنیؒ میں بھی صرف کسی ''محمد بن علی'' نامی شخص کی طرف منسوب قول ہے جو حجت نہیں اور نہ ہی امام دارقطنیؒ نے کہیں لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے، نیز اگر مرزا قادیانی کی اِس نرالی منطق کو تسلیم کرلیا جائے کہ چونکہ فلاں محدث نے اپنی کتاب میں فلاں روایت ذکر کی ہے لہٰذا یہ دلیل ہے کہ وہ روایت صحیح ہے تو پھر ہمارا سوال ہے کہ مرزا قادیانی نے اُن تمام روایات کو مجروح، مخدوش اور غیر صحیح کیوں کہا جن کے اندر آنے والے مہدی کی علامات اور صفات کا ذکر ہے وہ بھی تو کتب حدیث میں مذکور ہیں بلکہ اُن کتابوں میں ہیں جنہیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی نے ایک دھوکہ اور دیا ہے ''سنن دارقطنی'' کو ''صحیح دارقطنی'' کا نام دینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ امام دارقطنیؒ نے ہرگز اپنی اِس کتاب کا نام ''صحیح'' نہیں رکھا۔

آخری بات

مرزا غلام احمد قادیانی نے قاضی نذر حسین ایڈیٹر اخبار قلقل (بجنور۔ روہیل کھنڈ) کے نام ایک خط لکھا تھا، اس

میں اس نے تحریر کیا کہ:۔

’’اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود و مہدی معہود کو کرنا چاہیے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر ایسا کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں‘‘۔

(مکتوبات احمد، جلد 1، صفحہ 498 / الحکم، 24 جولائی 1906، صفحہ 9)

اور احادیث صحیحہ میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان جب تشریف لائیں گے تو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، وہ زمین میں حکومت بھی کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن کے پیچھے نماز بھی پڑھیں گے، مرزا قادیانی مر گیا لیکن زمین ظلم وستم سے بھری تھی اور آج تک ظلم وستم ہو رہا ہے، مرزا قادیانی کو اپنے گاؤں قادیان میں بھی کبھی حکومت نہیں نصیب ہوئی بلکہ وہ ساری زندگی انگریز کی غلامی میں رہا اور لوگوں کو بھی انگریز کی غلامی کی یوں تلقین کرتا رہا:

’’میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اِس سلطنت (یعنی انگریزی حکومت۔ناقل) کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں پھر کیونکر ممکن تھا کہ میں اس سلطنت کا بدخواہ ہوتا یا کوئی نا جائز باغیانہ منصوبے اپنی جماعت میں پھیلاتا جبکہ بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا‘‘۔

(تریاق القلوب، رخ 15، صفحات 155و156)

اور چونکہ وہ خود عیسیٰ بن مریم ہونے کا مدعی ہے لہذا اُس کے پیچھے عیسی علیہ السلام کے نماز پڑھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، وہ تو ایسا مہدی تھا جس کی امامت دوسرے کرواتے تھے، کیا اب بھی مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک رہ جاتا ہے؟۔

وما علینا الا البلاغ المبین

قارئین متوجہ ہوں!

سالانہ چندہ ختم ہونے اور مدتِ خریداری کی اطلاع قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتے کے اوپر درج کر دی گئی ہے۔جن قارئین کا زرِتعاون اگست 2015 میں ختم ہو چکا ہے انھیں ستمبر 2015 کا شمارہ ارسال کیا جا رہا ہے۔ براہِ کرم سالانہ زرِتعاون -/200 روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔ یہ رقم بذریعہ منی آرڈر -/200 روپے یا درج ذیل موبائل نمبر 0300-6326621 پر -/270 روپے ایزی لوڈ کے ذریعے بھی بھیجی جا سکتی ہے۔(سرکولیشن منیجر)

’’نقیب ختم نبوت‘‘ کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

اسلامی افکار کا ترجمان ـ علمی، مذہبی اور تحقیقی مجلہ

ماہنامہ

تعمیرِ افکار

کراچی

اشاعت خاص

دینی مدارس

روایت، ضرورت، امتیاز

ایک دستاویز

عصری تقاضے، معاشرے کی ضرورت، مدارس کا کردار اور بہت کچھ

عنوانات

- برعظیم میں مدارس کا کردار
- عمل تدریس میں استاد کا کردار
- دینی مدارس دورِ جدید میں
- نصاب نو کے لیے تجاویز
- دینی مدارس میں تبدیلی، اہل علم کا نقطۂ نظر
- نصابات

صفحات ۶۰۸

زوار اکیڈمی

زوار اکیڈمی پبلیکیشنز

info@rahet.org www.rahet.org

اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ـ ۷۴۶۰۰ فون: ۳۶۶۸۴۷۹۰ - ۲۱ - ۹۲ +

Facebook Zawwar academy publication

بولان کا خالص

سرکہ سیب

(ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔
- گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند اور خوبصورت بناتا ہے۔
- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BFP
BOLAN'S®

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

عیدالاضحیٰ کے موقع پر

قربانی کی کھالیں

مجلس احرار اسلام

کے شعبہ تبلیغ

تحریک تحفظ ختم نبوۃ

کو دیجیے

جملہ رقوم، عطیات، زکوۃ وعشر، صدقات
قیمت چرم قربانی بھیجنے کے لیے

ترسیل زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
0278-37102053
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان	061 - 4511961 0301-7430486
مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار چناب نگر	047 - 6211523 0301-3138803
مدرسہ معمورہ دفتر احرار لاہور	042 - 35912644 0300-4037315
مولوی محمد طیب مدنی مسجد چنیوٹ	0321-7708157
دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی	040 - 5482253
عبدالرحمٰن جامی جلال پور پیروالا	0301-7576369
مدرسہ معمورہ، میراں پور (میلسی)	0308-7944357
مدرسہ ختم نبوت گڑھا موڑ (میلسی)	0300-7723991
مدرسہ ابوبکر صدیق، تلہ گنگ	0300-5780390
ڈاکٹر عبدالرؤف / ڈاکٹر ریاض احمد جتوئی (مظفر گڑھ)	0301-7465899 0301-5641397
رانا محمد نعیم (حاصل پور)	0334-7102404
مدرسہ ختم نبوت، بورے والا (وہاڑی)	0300- 6993318
مدرسہ محمودیہ معمورہ، ناگڑیاں (گجرات)	0301-6221750
محمد اشرف علی احرار، فیصل آباد	0300- 7623619
محمد اصغر لغاری، میر ہزار خان (مظفر گڑھ)	0300-8955344
عبدالکریم قمر (کمالیہ)	0333-6377304
مولانا فقیر اللہ رحمانی، رحیم یار خان	0301- 3660168
مولانا عبدالعزیز، مدنی مسجد بہاولپور	0333-6397740
شفیع الرحمٰن احرار (کراچی)	0311-2883383

الداعی الی الخیر

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان